LOVE STORIES OF GREAT MEN

راجکماری کوچ بہار
تیمور لنگ
پرتھوی راج
نادر شاہ
چندرگپت

مسولینی
ہٹلر
نپولین
ابراہام لنکن
لینن
چنگیز خان

پیرپیر لوپر
پکفورڈ
پولا نیگری
ملکہ کلوپیٹرا
ملکہ الزبتھ
چارلی چپلن
ملکہ فرانس
ملکہ جرمنی
ملکہ سویڈن
ملکہ سپین

مشاہیرِ عالم نے محبت کے جال میں پھنس کر کیا کچھ کیا؟

بڑے آدمیوں کا عشق

حسن و عشق کے سچے اور صحیح واقعات

مؤلف

جناب خوشتر گرامی ایڈیٹر "بیسویں صدی" لاہور
مصنف سلسلہ "لڑکیوں کی کتاب" "جوانی کی راتیں" "آفتاب ادب" "بہار کے پھول" "علمی پھول" وغیرہ

پبلشرز

پریم شاستر بک ڈپو بالمقابل اڈہ شاہ عالمی دروازہ لاہور

پہلا ایڈیشن اگست ۱۹۳۶ء — دوسرا ایڈیشن فروری ۱۹۳۷ء

تیسرا ایڈیشن اگست ۱۹۳۷ء — قیمت بارہ آنہ

دو باتیں

۱- اِس کتاب میں جتنے مضامین اور افسانے درج ہیں وہ یورپ کی مختلف زبانوں سے براہِ راست نہایت محنت سے اخذ کئے گئے ہیں جو ہندوستان کے چوٹی کے ادیبوں کی عرق ریزی کا نتیجہ ہیں واقعات صحیح اور مستند ہیں کہیں کہیں افسانے کا رنگ چڑھایا گیا ہے۔

۲- کوئی صاحب اِس کتاب کا کوئی مضمون یا کسی مضمون کا کوئی حصہ چھاپنے کا قصد نہ کریں۔ سب مضامین کے جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں۔ کتاب ہذا کی تیاری میں پبلشر کو کافی مالی قربانی کرنا پڑی ہے

پروپرائٹر "پریم شاستر بک ڈپو" لاہور

فہرست مضامین

(از ادیب الملک حضرت اختر شیرانی صاحب ایڈیٹر "رومان")

محبت ایک کائنات گیر جذبہ ہے! زمان و مکان کی قیود سے بالا، افلاس و دولت کے اختلاف سے بلند اور مذہب و ملت کے فرق سے بیگانہ!

یہ رنگین جذبہ بنی آدم کی فطری میراث، ناقابل تبدیل ملکیت اور "پیدائشی حق" ہے جو ہر زمانے میں، ہر مقام پر اور ہر حال میں یکساں طور پر پیدا ہوتا اور یکساں طور پر پھلتا پھولتا ہے۔

غریب چرواہے کی جھونپڑی ہو یا دولتمند شہزادے کا محل! محبت، دونوں کا ایک ہی ہاتھ سے دروازہ کھٹکھٹاتی اور ایک ہی راستے سے اندر آتی ہے بادیہ عرب کا آوارگی خوگر اور سادگی مزاج قیس ہو یا امارت آباد فرانس کا باعظمت نپولین ـــ محبت دونوں کے ہونٹوں پر ایک ہی قسم کی آہ پیدا کرتی ہے حبشے کا سیاہ فام سپاہی ہو یا انگلستان کا سفید رنگ نائٹ ـــ محبت دونوں کو ایک ہی رنگ میں رنگ دینے کی عادی ہے۔

شیریں و زلیخا کی مشرقی بارگاہیں ہوں یا کرسٹینا اور لوئیسا کی مغربی خواب گاہیں ـــــ عشق کا ' ہوا ' بارش اور چاندنی کی طرح ہر جگہ گزر ہے ؎

محبت جب کسی کے سازِ دل کو گدگداتی ہے
نہیں کرتی ہے فرقِ شہر و صحرا ماہتاب آسا   چلی آتی ہے سینے کی فضاؤں میں حجاب آسا
اور آکر روح کی گہرائیوں میں ڈوب جاتی ہے !

محبت میں مبتلا ہو کر ہر چھوٹے سے چھوٹا انسان اپنے آپ کو بہت بڑا آدمی سمجھنے لگتا ہے۔ (یہ محبت کا غرور ہے !) پھر بڑے آدمیوں کا کیا حال ہوتا ہوگا ؟ اِس کا جواب اگلے صفحات میں تلاش کیجئے - گو صدیوں پہلے جامی کے حقیقت نگار قلم نے اِس کا فیصلہ کر دیا ہے ؎

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

جناب خوشتر رکن ادارۂ " بہارستان " جو ادبی اور نصابی دُنیا میں دیرینہ شہرت کے مالک ہیں اور جن کی درسی کتابیں پنجاب کے علاوہ دہلی ' یو۔پی ' سی۔پی اور سرحد میں بھی نصاب اُردو کے طور پر منظور شدہ ہیں - اِس کتاب کے ذریعے سے اُردو خوان طبقے کو ایک نئے اور دلچسپ ادبی سلسلۂ اشاعت سے روشناس کرانا چاہتے ہیں - جس کی مقبولیت کی مجھے کامل اُمید ہے ؂

اختر شیرانی

نپولین کا عشق

ایک لفٹنٹ کی بیوی سے

(جناب اختر شیرانی ایڈیٹر "رومان" لاہور)

نپولین ملک پر ملک مسخر کرتا اور فتح کے پرچم اُڑاتا مصر پہنچ چکا تھا کہ یکایک برطانوی بیڑے نے فرانسیسی جہازوں کا محاصرہ کر کے اُنہیں بیکار کر ڈالا اور یورپ کا فاتح اعظم کچھ عرصہ کے لئے مصر میں ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے پر مجبور ہو گیا۔ لیکن نپولین نے جیسی بیقرار طبیعت پائی تھی ویسے ہی قدرت کی طرف سے اُس کیلئے سامان ہو جاتے تھے اگر جنگ کا دیوتا تھوڑے دنوں کے لئے مہلت دیتا تو کام دیو آن موجود ہوتا اور نپولین ملکی فتوحات کی جگہ نسوانی دلوں کی تسخیر میں مشغول ہو جاتا ؎

اِن بیکاری کے دنوں میں نپولین قدرتی طور پر بہت بیقرار تھا۔ مصر کے ایک عرب سردار نے شہنشاہ کی خوشنودی کے لئے چند حسین کنیزیں

منتخب کر کے اُس کی خدمت میں تحفتاً بھیجیں۔ لیکن اُن میں سے کوئی بھی نپولین کو پسند نہ آئی۔ اِس لئے سب کی سب واپس کر دی گئیں۔ اُن کا حسن ملیح۔ گدرایا ہوا جوبن۔ نازو کرشمے بیشک بہت دلچسپ تھے۔ لیکن اُن کی کمر کی لچک مغربی تیتلیوں کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی اور یہ عیب نفاست پسند بادشاہ کی نظر میں بہت بڑا تھا ‌‌٭

آخر قدرت نے نپولین کے دل کی تسکین کا سامان کر دیا۔ ایکدن قاہرہ کے بازار میں ایک نوجوان فرانسیسی حسینہ نظر پڑی جسے دیکھتے ہی شہنشاہ کا صبر و قرار جاتا رہا۔ حسینہ گھوڑے پر سوار تھی۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو نپولین نے اپنے جرنیل سے پوچھا "یہ عورت قاہرہ کیسے آ گئی ؟"

جرنیل سب کچھ سمجھ چکا تھا۔ عرض کی کہ ایک لفٹنٹ کی بیوی ہے۔ اگرچہ حضور نے حکم دے رکھا تھا کہ کوئی سپاہی اپنی بیوی ساتھ نہ لیجائے مگر یہ مردانہ لباس میں یہاں آ پہنچی۔ اِس کی پوشیدہ آمد کا راز آج سے چند روز پہلے کسی کو معلوم نہ تھا ٭

نپولین کے مُنہ سے بے ساختہ نکلا "اتنی دلیر! اُف کتنی خوبصورت ہے یہ!"

دوسرے ہی دن میڈم فورے حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک دعوتی کارڈ پڑھ رہی تھی جو اُسے جرنیل کی طرف سے موصول ہوا تھا۔ شام کو خاوند سے ذکر کیا تو وہ جامے سے باہر ہو گیا۔ کہنے لگا۔ میں تمہیں ہرگز اِس دعوت میں شریک ہونے کی اجازت نہ دونگا اگر بُلانا تھا دونوں کو بُلا کے

تمہیں بلا لینا اور مجھے نظر انداز کر دینا میری کھلی ہوئی توہین ہے" ۔

لیکن میڈم فورے خاوند کی ہم خیال نہ تھی - اُس کے نزدیک یہ ایک غیر معمولی عزّت تھی اور اس لئے وہ اس موقعہ کو ہاتھ سے کھو دینے کے لئے تیار نہ تھی - اس کے علاوہ ناجائز اولاد عام طور پر خوب صورت چنچل اور ضدی ہوتی ہے - میڈم فورے بھی کنواری ماں کی بیٹی تھی - اس لئے اُسے خاوند کا یہ رویّہ بہت بُرا معلوم ہوا اور وہ منع کرنے کے باوجود دعوت میں چلی گئی ۔

جب وہ اپنی شوخ نگاہوں سے دیکھنے والوں کے دلوں کو برماتی اور مردہ دل زاہدوں کے سینوں میں ہلچل پیدا کرتی ہوئی جرنیل کے مکان پر پہنچی تو وہاں جرنیل - اُس کی بیوی اور دو تین دوسرے مہمانوں کے سوا کوئی نہ تھا - کچھ دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں - میڈم فورے پردیس میں عیش و مسرت کا یہ موقعہ پا کر بہت خوش تھی - اتنے میں یکایک دروازہ کھلا - اور سب کے سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے - میڈم فورے نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو فرانس کا بادشاہ اور یورپ کا سب سے بڑا فاتح ایک بے ہنگم سا سبز کوٹ پہنے اُس کے سامنے کھڑا تھا وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا تو جرنیل نے بہترین طشتریاں اُٹھا کر اُس کے سامنے رکھ دیں لیکن وہ کہنے لگا - مجھے اِن کی ضرورت نہیں البتہ تمہاری خاطر تھوڑا سا قہوہ پی لیتا ہوں ۔

مہمان کھانے میں مصروف ہو گئے مگر نپولین ٹکٹکی لگائے میڈم فورے

کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پالین یعنی میڈم فورے کو بھی اِس بات کا احساس تھا کہ وہ اِتنی بڑی شخصیت کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے اُس کا دل خوشی سے بلیوں اُچھل رہا تھا لیکن کچھ دیر کے بعد نپولین چپ چاپ وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔ بظاہر سب لوگ نپولین کے اِس طرح چلے جانے سے حیران تھے لیکن میڈم فورے کو اِس سے بہت صدمہ ہوا کیونکہ اُس نے نپولین کی توجہ سے بہت سی اُمیدیں قائم کر لی تھیں ؂

لیکن سب سے زیادہ گھبراہٹ کا اظہار جرنیل کی طرف سے ہوا۔ اُس کے ہاتھ سے قہوہ کی پیالی چھوٹ کر زمین پر گر پڑی اور اُس کے چند چھینٹے میڈم فورے پر بھی پڑ گئے۔ جن سے اُس کا خوشنما فراک خراب ہو گیا۔ جرنیل نے اُس سے معذرت کی لیکن جرنیل کی بیوی کہنے لگی۔ تم اندر چلو یہ کپڑے اُتار ڈالو۔ میں تمہیں اپنا نیا فراک دیتی ہوں وہ پہن کر جانا پالین اُٹھ کر اندر چلی گئی۔ لیکن ابھی وہ مناسب کپڑوں کے متعلق غور ہی کر رہی تھی کہ نپولین کمرہ میں داخل ہوا۔ دوسرے ہی لمحے اُس کی کمر کے گرد بادشاہ کے طاقتور بازو حمائل تھے اور لبوں پہ بوسوں کا تار بندھ رہا تھا۔ اُس رات پالین بڑی رات گئے نپولین کی خوابگاہ سے نکلی۔ اُس وقت اُس کے ہونٹوں پر ایک دلکش گیت کھیل رہا تھا۔ اور دل کی گہرائیوں میں ایک نہایت ہی اہم اور بہت ہی محبوب راز پوشیدہ تھا ؂

چند روز کے بعد لفٹننٹ فورے کے سپرد ایک بہت بڑی خدمت

کی گئی۔ اُس کے پاس نپولین کے خفیہ کاغذات تھے اور وہ شاہی جہاز میں سوار ہو کر فرانس جا رہا تھا۔ لیکن اُس کی بیوی میڈم فورے کو فرانس بھیجنے کی ضرورت نہ تھی اُسے مصر ہی میں رہنے دیا گیا کیونکہ اس میں جان کا خطرہ تھا ۔

لفٹنٹ فورے اپنی اس عزت افزائی پر بڑا خوش تھا وہ پھولے نہ سماتا تھا کہ اس قدر اہم کام اُس کے سپرد کیا گیا ہے۔ لیکن بحیرہ روم میں ایک برطانوی جہاز نے اُس جہاز پر حملہ کر دیا اور توپوں کے زور سے فرانس کے شاہی جہاز پر قبضہ کر لیا۔ ذرا سی دیر کے بعد انگریز افسر اس جہاز پر آدھکے اُن میں برطانیہ کا مشہور جاسوس بارنیٹ بھی تھا۔ وہ لفٹنٹ فورے کو اپنے کمرہ میں لے گیا اور وہاں کچھ ایسی باتیں کیں کہ لفٹنٹ جوش میں آکر کہنے لگا۔ " تم جھوٹ بکتے ہو۔ مجھے نپولین اور اپنی بیوی پر اعتبار ہے تم دشمن کے جاسوس ہو۔ میں دشمن کی بات کا اعتبار کیوں کروں "۔

بارنیٹ نے جواب دیا " اگر تم چاہو تو سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہو۔ میرے ساتھ مصر چلو۔ وہاں اگر ذرا سی ہمت سے کام لو۔ تو اپنی بیوی کو اپنے بادشاہ کی آغوش میں دیکھ لوگے "

قاہرہ پہنچکر بارنیٹ نے لفٹنٹ کو ایک شخص کے ساتھ کر دیا اور کہا " جاؤ۔ اور جو کچھ میں نے کہا تھا۔ اُس کا ثبوت اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ بس ذرا سی ہمت درکار ہے " لفٹنٹ نپولین کی خوابگاہ کی طرف چلا پہرہ دار اونگھ رہا تھا۔ آگے بڑھا تو فرانسیسی سپاہی خواب آلودہ آنکھوں

سے اُس کی وردی دیکھ کر مطمئن ہو گئے اور وہ سیدھا خوابگاہ کی طرف بڑھتا گیا ۔

دروازہ اندر سے بند تھا لیکن ایک ہی دھکے میں کھل گیا ۔ لفٹنٹ نے دیکھا کہ اُس کی بیوی ایک آراستہ اور مکلّف پلنگ پر لیٹی ہوئی ہے غصّے اور انتقام کی آگ بھڑک اُٹھی ۔ چاہتا تھا کہ پستول کی ایک ہی گولی سے اس خوبصورت ناگن کا خاتمہ کر دے ۔ لیکن پھر ارادہ بدل دیا ۔ وہ اُسے اذیتیں دے دے کر ہلاک کرنا چاہتا تھا اور پستول سے اُسے مار ڈالنا گویا اِس بیوفا پر رحم کرنا تھا ۔ اِدھر اُدھر نظر دوڑائی تو ایک ہنٹر دکھائی دیا ۔ وہی اُٹھا لیا اور آنکھیں بند کر کے بیوی کے برہنہ جسم پر برسانے لگا ۔

پولین اب تک دہشت کے مارے خاموش تھی ۔ لیکن اب اُس کی چیخیں نکل گئیں ۔ سنتری پہرہ دار دوڑے آئے لیکن دروازہ اندر سے بند تھا ۔ یکایک ایک اندرونی دروازہ کھلا اور ایک شخص شب خوابی کے لباس میں اندر داخل ہوا ۔ لفٹنٹ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو نپولین تھا اس کی آنکھوں سے شعلے برسنے لگے ۔ دیوانہ وار نپولین کی طرف بڑھا ۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں پستول تھا اور لبوں پر ایک خوفناک وحشیانہ مسکراہٹ ۔ یورپ کے فاتح اعظم اور یورپی اقوام کی قسمت اُس وقت ایک معمولی لفٹنٹ کے ہاتھ میں تھی ۔ دانت پیستے ہوئے کہنے لگا " یہ کتا سمجھتا ہے کہ میری بیوی کو چرا کر اُس کی محبت پر ڈاکہ ڈال کر اور میرا آرام

وسکون برباد کر کے خود عیش اُڑائے گا۔ میں ابھی مزہ چکھائے دیتا ہوں"
وہ سوچنے لگا کہ سینکڑوں لڑائیوں کا فاتح آج میرے قابو میں ہے۔
اب وہ دوزانو ہو کر مجھ سے رحم کی درخواست کریگا اور کہیگا کہ بہادر لفٹنٹ میرا
قصور معاف کر دو ـــــ اور میں اسی پستول سے اُسے کُتے کی موت مار
ڈالوں گا" لفٹنٹ یہ سوچ رہا تھا اور نپولین اُس کی آنکھوں میں آنکھیں
ڈالے وقار اور استقلال کی تصویر بنا اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لفٹنٹ کی
نگاہیں فاتح اعظم کی نگاہوں کی تاب نہ لاسکیں۔ یہ آنکھوں کی لڑائی
دراصل جبروت قوتِ ارادی اور استقلال کی لڑائی تھی۔ غریب سپاہی
کو شہنشاہ کی مسحور کن نگاہوں نے بے دست و پا کر دیا۔ وہ پریشان سا
نظر آنے لگا۔ اُسے شب خوابی کے لباس میں بھی نپولین ویسا ہی قاہر
اور خوفناک معلوم ہونے لگا جیسا میدانِ جنگ میں۔ اُس کے ہاتھ سے
پستول گر پڑا۔

نپولین نے فوجی انداز میں حکم دیا "دروازہ کھولو"! لفٹنٹ نے
حکم کی تعمیل کی اور چپ چاپ باہر نکل گیا۔

لفٹنٹ فورے کو موت کی سزا نہیں دی گئی۔ نپولین اپنی محبوبہ کے خاوند
سے مزید انتقام نہیں لے سکتا تھا۔ اُسے آم کھانے سے غرض تھی۔ باغ
ڈھلنے سے کام نہ تھا۔ وہ تو صرف پالین کے حسنِ گلوسوز کی بہار لوٹنا
چاہتا تھا ـــــ اور وہ بھی اُس وقت تک جب تک اُس کی طبیعت
کسی اور طرف مائل نہ ہو جائے۔ نپولین کے عشق کا یہی انداز تھا۔

ایک معمولی سپاہی سے

ملکۂ سپین کا عشق

(جناب پنڈت ہری چند اختر۔ ایم۔ اے سابق ایڈیٹر "مخزن")

(۱)

ملکہ کرسچیانا کی شادی فرڈی ننڈ ہفتم شاہ سپین کے ساتھ شاہی تزک و احتشام کے ساتھ ہوئی۔ لیکن اِس شادی میں محبت کو دخل نہ تھا۔ بادشاہوں کی شادیاں اکثر سیاسی مصلحتوں کی بنا پر ہوا کرتی ہیں یہ بھی ایک سیاسی شادی تھی۔ پس ملکہ کرسچیانا کو فرڈی ننڈ سے قطعی محبت نہ تھی بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ اُس کی جوانی برباد کر دی گئی اور اُس کے تمام ارمانوں کا خون ہو گیا۔ لیکن اِس کے باوجود اُس نے اپنے آپ کو ایک وفادار بیوی اور ذمہ دار ملکہ ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ آخر چند سال کے بعد فرڈی ننڈ کا انتقال ہو گیا اور ملکہ کی گود میں اُس کی یادگار ایک ننھی بچّی رہ گئی۔ یہی بچّی تخت و تاج کی وارث قرار پائی اور ملکہ اُس کی سرپرست کی حیثیت سے حکومت کرنے لگی۔ ملکہ کرسچیانا ابھی نوجوان تھی۔ اُس کے حسن کا دُور دُور

ساتھ شہرہ تھا۔ پہلو میں دل اور دل میں ہزاروں ارمان تھے۔ لیکن اُسکے ساتھ ہی وہ محرومِ محبت بھی تھی۔ دوسری جانب سلطنت کی ذمہ داریاں ایسی نہ تھیں کہ ملکہ کسی اور طرف توجہ کر سکتی۔ پہلے وہ ایک وفادار بیوی بنی رہی تھی۔ اور اب فرض شناس ماں بنے رہنے پر مجبور تھی۔ لیکن آخر محبت کے دیوتا کا تیر سینے میں پیوست ہو کر رہا ٭

(۲)

گرمی کا موسم تھا۔ سپین کے دارالخلافہ میڈرڈ سے کچھ فاصلہ پر ایک معمولی سپاہی چلا جا رہا تھا۔ بکایک سڑک کے موڑ پر اُسے گاڑی کے پہیوں کی آواز سُنائی دی۔ لیکن وہ اپنے خیالات میں محو تھا۔ اِس لئے اُس نے آواز کی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ اِتنے میں گاڑی بالکل قریب آگئی۔ یہ ملکہ سپین کی گاڑی تھی۔ سپاہی ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا اور ملکہ کو دیکھتے ہی اُس نے فوجی طریقہ سے سلام کیا۔ گاڑی آگے نکل گئی۔ لیکن ملکہ کا دل پیچھے رہ گیا۔ محبت کا دیوتا اِس ذرا سی دیر میں اپنا کام کر چکا تھا۔ غریب سپاہی پھر آگے بڑھا۔ چند ہی قدم آگے گیا تھا کہ ایک خوبصورت رومال نظر پڑا۔ اُٹھا کر دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ ملکہ کا رومال ہے گاڑی دُور نکل چکی تھی۔ لیکن سپاہی اُس کے پیچھے بھاگا اور تھوڑی سی دیر میں قریب پہنچکر اُس نے نہایت ادب سے رومال ملکہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ملکہ نے مسکرا کر اُس کی طرف دیکھا۔ اُس وقت اس کے دِل کی عجیب حالت تھی۔ وہ بیقرار ہوئی جاتی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ اسی وقت اُس خوبصورت سپاہی کی گردن میں باہیں ڈال دے اور محبت کی آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں

کو ٹھنڈا کرلے ۔لیکن اپنے مرتبہ اور ذمہ داری کے احساس نے باز رکھا۔ملکہ نے سپاہی کا نام پوچھا ۔سپاہی نے سر جھکا کر جواب دیا " میونس " ملکہ کی گاڑی پھر آگے چل دی ۔

(۲)

اس کے بعد ہر لحظہ ملکہ کی آنکھوں میں اُس نوجوان سپاہی کی تصویر پھرنے لگی ۔ اُس روز وہ رات بھر نہ سو سکی ۔اُس نے اپنی حالت ۔ اپنے مرتبہ اور اس معاملہ کے تمام پہلوؤں پر غور کیا ۔ آخر مایوسی کی حالت میں چلّا اُٹھی ۔ "ناممکن ! بالکل ناممکن !! " اس نے امکان بھر کوشش کی کہ سپاہی کا خیال اُس کے دل سے نکل جائے ۔لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکی ۔

اُس نے کئی راتیں بیداری اور بیقراری کی حالت میں گذار دیں ۔ آخر جب صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو اس نے میونس کے مکان اور خاندان کے متعلق تحقیقات کی ۔معلوم ہوا کہ وہ نہایت ہی غریب والدین کا بیٹا ہے ۔کئی بھائی بہنیں ہیں اور اُس کے باپ کی میڈرڈ کے غریب ترین محلہ میں ایک چھوٹی سی دُکان ہے ۔ اب ملکہ نے ارادہ کر لیا کہ میں خود جا کر اُس کے خاندان اور تمام حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں گی ۔ اُس کا خیال تھا کہ اِس غریب اور ذلیل خاندان کی پست حالت دیکھ کر میونس کا خیال میرے دل سے نکل جائیگا چار پانچ ہفتے اِسی حیص بیص میں گذر گئے ۔ آخر ایک دن وہ بھیس بدل کر اور منہ پر پردہ ڈال کر میونس کے باپ کی دُکان پہنچی ۔بوڑھا وہاں موجود نہ تھا اور میونس اپنے باپ کی دُکان بند کر رہا تھا ۔ ملکہ کے سینے میں محبت کا ایک اور تیر لگا۔

(۴)

اُس رات ملکہ کے لئے پلک جھپکنا حرام ہوگیا - وہ اِس خیال سے گئی تھی کہ میونس کے گھروالوں کی پست حالت دیکھ کر اُسے میونس سے نفرت ہو جائیگی لیکن نتیجہ اِس کے بالکل برعکس نکلا - میونس کو اگرچہ معلوم نہ تھا کہ وہ ملکہ سے ہمکلام ہے لیکن وہ نہایت شرافت سے پیش آیا - اُس کا طرزِ عمل اس قدر قابلِ تعریف تھا کہ ملکہ اور بھی مر مٹی - اگلے روز وہ پھر اُسی طرح بھیس بدلکر دُکان پر آئی - اُس وقت دکان پر میونس کا باپ تھا اسے وہم و گمان تک نہ تھا کہ وہ ملکہ کے سامنے کھڑا ہے لیکن وہ بھی بہت ادب اور عزّت سے پیش آیا اور ملکہ اس خاندان کی نسبت نفرت کی بجائے نہایت ہی اچھے جذبات لیکر واپس آئی اسی طرح ملکہ دو تین مرتبہ پھر دُکان پر آئی - آخری مرتبہ جب وہ واپس جانے لگی تو میونس بھی چند قدم تک اُسے چھوڑنے آیا - کیونکہ رات ذرا زیادہ جا چکی تھی - اور سڑک کے اُس حصّے میں اندھیرا تھا - جونہی دونوں ایک لیمپ کے قریب پہنچے - ملکہ نے اپنے چہرے پر سے پردہ ہٹا دیا - میونس ملکہ کو دیکھتے ہی فوجی سلام کرنے لگا - لیکن ملکہ نے اپنا خوبصورت ہاتھ اُس کے بازو پر رکھ کر کہا "میونس! اِس وقت میں یہاں اکیلی ہوں - مجھے تم سے محبّت ہے" ،،

(۵)

ملکہ یہ کہہ کر چلی گئی - لیکن میونس کا صبر و قرار بھی اُس کیساتھ ہی رخصت ہوگیا - غریب سپاہی نے کانوں سے جو کچھ سُنا اس کا اُسے وہم و گمان بھی نہ تھا - یہ رات اُس نے بھی کروٹیں بدلتے ہی کاٹی - صبح جب وہ اپنی ڈیوٹی پر

جانے کے لئے وردی پہن رہا تھا تو اطلاع ملی کہ اُسے شاہی فوج کی ملازمت سے برطرف کردیا گیا ہے بیچارہ حیران تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ لیکن اُسی روز شام کو ایک اور اطلاع ملی اُسے ملکہ کے باڈی گارڈ میں کپتان کا عہدہ عطا کیا گیا تھا۔ لوگوں میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ اِس تغیر و تبدل کی وجہ کسی کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ لیکن ہیونس سب کچھ سمجھ گیا تھا۔ اِس لئے وہ خاموش تھا ؛

(۶)

رات کو جب دوسرے سپاہی سو رہے تھے۔ ملکہ باغ میں آئی۔ ہیونس نے آگے بڑھکر اُسے سلام کرنا چاہا۔ لیکن ملکہ نے اِس کی مہلت نہ دی۔ اُس کے منہ سے "پیارے ہیونس" کے الفاظ نکلے اور دوسرے ہی لمحہ کپتان ہیونس اُس کے آغوش میں تھا۔ ملکہ کی محبت کا سیلاب طوفان کی صورت اختیار کرچکا تھا۔ وہ ہیونس سے لپٹی جاتی تھی۔ ہیونس پہلے ہی بیقرار تھا اب ملکہ کے طرزِ عمل سے حوصلہ پاکر اُس نے بھی ملکہ کے ہونٹوں پر محبت کی مہر ثبت کردی۔ اِس کے بعد کی حالت کا اندازہ چوٹ کھائے ہوئے دل ہی کر سکتے ہیں ؛

چند ہفتوں کے بعد ملکہ نے اُس سے شادی کر لی۔ مگر اسے پوشیدہ رکھا گیا۔ اب ہیونس کو ڈیوک بنا دیا گیا ؛

(۷)

لوگوں کو ملکہ کی داستانِ محبت اور خفیہ شادی کا پتہ لگا۔ تو حسب

معمول اپنی اپنی بولی بولنے لگے ۔ کوئی موافق تھا کوئی مخالف ۔ لیکن چند ماہ کے بعد اِس بحث کا سلسلہ ختم ہو گیا ۔ ملکہ اگرچہ اپنے محبوب کو بادشاہ بنا کر تخت پر بٹھانا چاہتی تھی ۔ لیکن ہیونس کو سلطنت کی خواہش نہ تھی ۔ وہ صرف ملکہ کے دل کی بادشاہت کا خواہشمند تھا ۔ چنانچہ چند ماہ کے بعد جب ملکہ کی بیٹی بالغ ہو گئی تو ہیونس نے ملکہ کو مشورہ دیا کہ اب تخت و تاج اس کے حوالے کر دینا چاہیئے ۔ ملکہ تو اُس کی ہر ایک بات ماننے کے لئے تیار رہتی ۔ چنانچہ سلطنت کا کام بیٹی کے سپرد کر کے اپنے محبوب کے ساتھ فرانس چلی گئی ۔ جہاں اِن اُلفت کے بندوں نے اپنی بقیہ عمر محبّت کے جام لنڈھاتے ہوئے گزار دی ۔

جذبۂ محبّت

کلایو کی عجیب و غریب داستانِ عشق و محبّت

(جناب گوہر رام نگری - ایڈیٹر "چاند")

شام کے چھ بج چکے تھے۔ سائے لمبے ہوتے جا رہے تھے۔ سب کلرک اُٹھ کر باری باری چلے گئے مگر نوجوان کلایو کرسی پر سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کی حرکات و سکنات سے بے چینی کا اظہار ہوتا تھا۔ اُس کے سامنے ایک اخبار پھیلا ہوا تھا۔ اُس نے حسرت بھری نگاہوں سے اخبار کی طرف دیکھا جوں جوں وہ غور سے تصویر کو دیکھتا تھا۔ اُس کے چہرے کا رنگ متغیر ہوتا جاتا تھا۔ وہ اپنے خیالات میں محو، گردوپیش کے حالات سے بالکل بے پروا کمرے میں ٹہلنے لگا۔ یکا یک اُس نے اخبار کو اُٹھا کر فرطِ شوق اور اضطراب سے تصویر کو چوم لیا۔

اُسی وقت پشت سے قہقہوں کی آواز بلند ہوئی۔ وہ کھسیانا سا ہوگیا

~~~

نوجوان کلایو کی دُنیا عشق و محبّت کے رنگ میں رنگی جاچکی تھی، مارگرٹ
~~~

کی تصویر اُس کی روح میں جذب ہوگئی اور یہ نقش روز بروز زیادہ گہرا ہوتا چلا جارہا تھا۔ اُس کی طبیعت اچاٹ ہوگئی۔ کام کاج سے جی گھبرانے لگا۔ ——— اب اُس نے کسی سے ملنا جلنا ہی چھوڑ دیا۔ لیکن ایک نوجوان آدمی کے لئے مکمل طور پر خلوت نشین ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے، ایک شام کو لفٹنٹ ڈیوڈ آیا اور اُسے اپنے مکان پر لے گیا۔ کمرہ میں داخل ہوتے ہی اُس کی ہیئت قلب منقلب ہوگئی۔ وہ دیوانہ وار مجنونانہ انداز میں دیوار پر لٹکی ہوئی تصویر کو دیکھنے لگا، عجب اتفاق تھا ——— یہ مارگیرٹ کی تصویر تھی۔ جس نے نوجوان کلایو کو غائبانہ محبت سے پاگل سا بنا دیا تھا، وہ اُٹھا اور باہر نکل گیا۔ مگر اُس کے دل میں مارگیرٹ کے لئے پریم کا اتھاہ ساگر موجزن ہوگیا۔ مارگیرٹ لفٹنٹ ڈیوڈ کی کنواری بہن تھی۔ کلایو کا پژمردہ اور مایوس دل ہرا ہوگیا ؏

"پیاری مارگیرٹ !

میں تمہیں 'پیاری' کے لفظ سے مخاطب کر رہا ہوں لیکن دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ میں نے تمہیں آجتک نہیں دیکھا۔ مگر پھر بھی میں تمہیں پیار کرتا ہوں۔ کیوں، یہ میں بھی نہیں جانتا۔ جب تک جاگتا ہوں۔ تمہارا خیال ہر لمحہ دل میں بسا رہتا ہے۔ تمہاری تصویر نے مجھ پر جادُو کر دیا ہے۔ تم مجھے پاگل۔ باولا اور جنونی کہوگی۔ لیکن یہ سب سچ ہے۔ تمہاری محبت نے مجھے بے چین کر رکھا ہے۔ میری روح کو غم نے بے حال کر دیا ہے۔ اور تمہاری

والہانہ اُلفت نے مجھے راحت سے محروم کر دیا ہے۔ لیکن ابھی تو مجھ پر بہت کچھ گزرنے والی ہے۔ جب میں اپنے آپ کو گہرے احساسات کے حوالے کر دیتا ہوں۔ جب رات کی خاموشی اور اضطراب انگیز تاریکیوں میں میں تیرے خیالات میں اپنے آپ کو جذب کر دیتا ہوں۔ جب میری روح عالم تخیل میں تیرے آستانہ شوق کا طواف کر رہی ہوتی ہے۔ تو میں ایک نا قابل بیان میٹھی میٹھی جلن محسوس کرتا ہوں جو بیداری میں مجھے جلا ڈالتی ہے۔ کیا بارگاہِ حسن میں میرا حقیر نذرانۂ محبت قبول ہو سکتا ہے؟"

کلایو نے اِس چٹھی میں اپنا دل نکال کر رکھ دیا۔ یہ چٹھی کلایو ایسے جرنیل کی وارفتگی اور شیفتگی کا ایک زندہ نمونہ تھی۔ مارگیرٹ نے اِس نامۂ محبت کو پڑھا۔ چٹھی کا اک اک لفظ سچی محبت کا پیام تھا۔ وہ بیتاب ہو اُٹھی اور کلایو سے محبت کرنے لگی۔ اُن کی غائبانہ محبت روز بروز انکو قریب تر لے آئی۔ حتیٰ کہ ایک روز خوبصورت مارگیرٹ اپنے انوکھے طالب سے ملنے کے لئے ہندوستان روانہ ہو گئی۔

کلایو۔ نوجوان کلایو اب ایک کلرک نہ تھا بلکہ بنگال کا فاتح ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا افسر اعلیٰ،

چاروں طرف تاریکی پھیلتی جا رہی تھی۔ کلایو فورٹ ولیم کے قلعہ میں ایک کمرہ میں بیٹھا خیالات کی گہرائیوں میں کھویا ہوا تھا۔ دُور، ساحل سمندر پہ سینکڑوں انگریز انگلستان سے آنیوالے جہاز کے استقبال کے لئے موجود

تھے ۔ اُس زمانہ میں انگلستان سے آنے والوں کا ہندوستان میں شاندار خیرمقدم کیا جاتا ۔ کلایو اِن تمام مشاغل سے بے پرواعالمِ تخیل کی سیر کر رہا تھا ۔ "میری محبت کا انجام کیا ہوگا ؟ موت ! آہ ناکامی و حسرت کی موت" اُس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا ۔ اُس وقت اِس بہادر کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے ۔

اچانک دروازہ پر دستک ہوئی ۔ اُس نے اپنے آپ کو سنبھالا ۔ رومال سے چہرے کو پونچھا اور تن کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا ۔ دروازہ کھلا ۔ اک نوجوان حسینہ کمرہ میں داخل ہوئی ۔ اُس نے حیرت و تعجب کی نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھا اور کہا :۔

"مارگیرٹ ! میرے خوابوں کی ملکہ مارگیرٹ ! کیا یہ بھی خواب ہی ہے ؟"

کلایو پہلی ہی نظر میں اپنی محبوبہ کو پہچان گیا ۔ مگر اُسے اپنی آنکھوں پر اعتبار نہ تھا ۔ وہ دیر تک پاگلوں کی طرح ہوا میں دیکھتا رہا ۔ مارگیرٹ اِس جذبۂ عشق سے بیحد متاثر ہوئی ۔ وہ خود دیوانہ وار کلایو کی طرف بڑھی ۔

"میرے پیارے ! تمہاری سچی محبت مجھے اپنے وطن سے ہزاروں میل دُور لے آئی "

کلایو نے اُسے اپنی آغوش میں لے لیا اور پے درپے بیسیوں بوسے اُس کے لبوں اور رُخساروں پر ثبت کر دیئے ۔ پھر اُسے علیحدہ کرتے ہوئے کہا :۔

"مارگیرٹ ! تم نے مجھے زندہ کر دیا ۔ یہ میرا دوسرا جنم ہے "

"میں تمہاری - صرف تمہاری ہوں، کلایو! کیا تم مجھے قبول کرتے ہو؟"
مارگیرٹ نے وفورِ مسرت سے کانپتے ہوئے کہا ۔

کلایو اب سنبھل چکا تھا - اُس نے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور اس کے مرمریں ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے کہا :-

"مارگیرٹ! کلایو فاتح تھا - مگر تم نے اُس کو ہمیشہ کے لئے فتح کر لیا ہے"

دوسرے دن فورٹ ولیم میں چاروں طرف جشن و شادی کے سامان تھے اور دونوں فاتح خاوند بیوی بن گئے ۔

راجپوتنی کا پریم

مہاراج پرتھوی راج کی داستانِ حسن و عشق

(مشہور افسانہ نویس محترمہ راج کماری بی اے)

دُور، بہت دُور، سرسبز پہاڑیوں کے دامن میں ایک راجپوت حسینہ گھوڑا اڑائے چلی جا رہی تھی۔ اچانک دو سوار بلند و بالا درختوں کی اوٹ میں سے نکل کر حملہ آور ہوئے۔ چیخ ایک خوفناک اور دلدوز چیخ فضا میں بلند ہوئی ابھی سوار حملہ بھی نہ کرنے پائے تھے کہ ایک اور بانکا جوان سرپٹ آتا ہُوا دکھائی دیا۔ ایک ہی لمحہ میں دونو حملہ آوروں کے سر خاک و خون میں لڑھکتے ہوئے نظر آنے لگے۔

حسینہ ابھی تک خوف سے کانپ رہی تھی۔

بانکے راجپوت نے سہمی ہوئی حسینہ کی طرف دیکھا، وہ خوبصورت اور بلا کی خوبصورت تھی، سیاہ لانبے بال کمر تک لٹک رہے تھے، آنکھوں میں غضب کی مستی تھی اور نوجوان —— ایک نہایت حسین اور سڈول بدن، چہرے

سے وقار اور تیج نمایاں، دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں، حسینہ کے لبوں پر مسکراہٹ تھی اور نوجوان ورطۂ حیرت میں گم۔

"بالے کیا نام ہے تمہارا ؟" نوجوان نے محبت آمیز لہجہ میں دریافت کیا

"میں مہاراج جے چند والئے قنوج کی پتری سنجوگتا ہوں، میں آپ کی دھنیہ وادی ہوں - آپ کی تعریف ؟"

اُس نے نیم باز نگاہوں سے اُس نوجوان راجپوت کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ——— لیکن یہ کیا ؟ راجپوت جواب دینے کی بجائے دوسری طرف مڑا اور گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے کہا :-

"میں وہی کائر ہوں - جسے آپ لوگ پرتھو چوہان کہا کرتے ہیں"

سنجوگتا دیوانوں کی طرح ہوا میں دیکھنے لگی ۔

پرتھوی راج چوہان کی شہ زوری اور بہادری کے قصے زبان زد خلائق تھے - یہاں تک کہ وہ گھروں کی چار دیواریوں میں جا پہنچے، وبربالائیں، بہادر اور شجاع راجپوت کنیائیں اُسے خاص نظروں سے دیکھتی تھیں - مگر کوئی چیز اُس بہادر حکمران کو متزلزل نہ کرسکتی تھی، اور اب ——— یہی بہادر چوہان راٹھوڑ ساحرہ کے حُسن ملائک افروز سے مسحور ہو چکا تھا - وہ سیاہ لانبے بالوں والی نازک حسینہ اُس کے صبر و قرار کو چھین لے گئی تھی ۔

کئی روز تک بحرِ فکر میں غوطہ زن رہا، کوئی مناسب اپائے نظر نہ آتا تھا۔ جے چند اُس کا جانی دشمن تھا اور اُسے ہر ممکن ذریعہ سے ذلیل اور تباہ

کرنے پر تُلا ہوا تھا۔ لیکن ؏ عشقِ اول در دلِ معشوق پیدا می شود
اُس کی اُمیدوں اور آرزوں کا باغ سرسبز و شاداب نظر آنے لگا
ایک صبح کی پہلی کرن کے ساتھ ہی ایک پتر ملا ؛

"پریتم! اچھا کرو، میں نے آپ کا اپمان کیا۔ لیکن یہ میرا دوش نہ تھا بلکہ پتاجی کے الفاظ تھے، مجھ تک تو کبھی آپ کا پیغام پہنچنے ہی نہیں پایا، میں آپ کی شجاعت کے افسانے سن کر آپ کی ہو چکی ہوں۔ ہندو کنیا محض ایک مرتبہ پریم کرتی ہے میں نے آپ کو پریم درشٹی سے دیکھا ہے اب آپ کی ہی رہوں گی۔ کیا چوہان ستی کی رکھشا کرنے کا ساہس رکھتا ہے؟"

پرتھوی راج شوق و محبت سے دیوانہ ہو گیا۔ وہ سنجوگتا کے الفاظ کی صداقت اور اہمیت کو بخوبی سمجھتا تھا ؛

جے چند تڑپ اُٹھا "میری بیٹی اور میرے ہی شترو سے شادی کا ارادہ، یہ کبھی نہیں ہو سکتا"

دوسرے ہی دن سنجوگتا، ستی اور باوفا سنجوگتا ایک محل میں نظر بند کر دی گئی سوائے کرناٹکی کے کوئی اُس کے پاس جانے نہ پاتا تھا، یہ سنجوگتا کی وفادار لونڈی اور مہاراج پرتھوی راج کی فرستادہ تھی۔ اِسی کے ذریعہ اب تک نامہ و پیام جاری تھا ؛

سویمبر کی تیاریاں شروع تھیں - پرتھوی راج کو مدعو نہ کیا گیا، بلکہ اُسے ذلیل کرنے کے لئے اُس کا بُت بنا کر بطور دربان کھڑا کرنے کا فیصلہ ہوا۔ سنجوگتا نے سُنا۔ دل میں ایک شبہ نے سر اُٹھایا اور جلدی ہی شبہ نے یقین کی صورت اختیار کر لی، مگر راجپوت بالا اِس کے خلاف عزم صمیم کر چکی تھی۔ دُنیا کی کوئی طاقت ہند وکنیا کے پرن کو توڑ نہیں سکتی۔ اُس نے تمام کیفیت بلا کم و کاست چوہان بہادر کو لکھ دی ۔

ایک عورت گا رہی تھی - آواز میں سوز تھا اور غضب کا درد ۔

ساون کی رُت آئی ساجن ——— ساون کی رُت آئی
جاتی ہیں کنجوں کو سکھیاں، میں بیٹھی مُرجھائی — ساجن — ساون کی رُت آئی
کسی سے پریت لگا کر تُو نے میری سدھ بسرائی — ساجن — ساون کی رُت آئی

راہرو راجپوتوں نے سُنا۔ ٹھٹک کر کھڑے ہو گئے - آواز لحظہ بہ لحظہ کم ہو کر سسکیوں میں تبدیل ہو رہی تھی ۔

"کیا ارادہ ہے چاند" ایک نے دریافت کیا -

"دیوار پھاند چلیں"

دونوں نے اِدھر اُدھر متجسس نگاہوں سے دیکھا، یکے بعد دیگرے دیوار پھاند کر باغ میں اُتر گئے ۔ رات کا وقت تھا - آسمان پر کالے بادل فراق زدہ عاشق کی طرح بے چینی و اضطراب سے منڈلا رہے تھے۔ دونوں اِس ہاتھ سجھائی نہ دینے والی تاریکی میں مکان کی طرف بڑھے - اُن کے کانوں میں

آواز آئی۔

"کیا وہ نہیں آئیں گے کرناٹکی"

"چھی پگلی، سکھی تم چوہان مہاراج کو اب تک نہیں سمجھیں"

پھر سسکیوں کی آواز آئی اور کسی نے سسکیوں ہی سسکیوں میں گانا شروع کیا۔ "دُکھ کے دن اب بیتت ناہیں"

نوواردوں کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، انہوں نے دروازہ پر دستک دی، آواز یک لخت بند ہوکر ایک خاموش ہل چل سی پڑ گئی۔ کرناٹکی نے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ پژمردہ دل از سرِ نو ہرے ہو گئے۔

"میں آگیا سنجوگتے"

راجکماری سنجوگتا نے ساڑھی کے پلہ کو سر پر درست کیا اور فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ جواب میں مسکرائی۔ لیکن اس مسکراہٹ کے پردہ میں یاس کی جھلک صاف دکھائی دیتی تھی۔ کرناٹکی کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا —— یہ خوشی کے آنسو تھے۔

مہاراج پرتھوی راج نے سنجوگتا کو تسلی دیتے ہوئے کہا:۔

"اِدھیر کیوں ہوتی ہو سنجوگتے: اگر پرتھوی راج کے بازوؤں میں قوت ہے تو وہ تمہیں حاصل کرلیگا"۔

سنجوگتا کے چہرہ پر مسرت کے آثار نمودار ہوئے۔ اس نے ایک ٹوکری میں سے پھولوں کی مالا نکال کر اسکے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا "میں آپ کی ہو چکی۔ اب جائیے کہیں دشمنوں کو پتہ نہ لگ جائے"

دونوں آنسو گراتے ہوئے رخصت ہوئے۔ معلوم نہ تھا کہ پھر ملاقات ہو یا نہ ہو ؛

سوئمبر کا دن آگیا۔

سینکڑوں راجپوت راجے اور رئیس اپنی قسمت آزمانے کیلئے جمع تھے۔ پرتھوی راج کا بت بنا کر دروازہ پر نصب کر دیا گیا۔ جو ہان ؟ انت پیس کر رہ جاتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کوئی خاص طاقت اور مقصد اُن کی راہ میں حائل ہے اور جے چند اُن کی اِس خاموشی کو بزدلی سے تعبیر کرتا تھا ؛

دربار آراستہ تھا' دروازہ کھلا۔ سنجوگتا زیورات اور ریشمی پارچات میں ملبوس اپنی حسین سکھیوں کے ہمراہ نکلی۔ حاضرین کی نگاہوں میں چکا چوند پیدا ہوگئی۔ سب کے دل زور زور سے دھڑکنے لگے۔ جس جس کے پاس سے گذرتی جاتی تھی اُسکا رنگ فق ہوتا جا رہا تھا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی پرتھوی راج کے بُت کے پاس پہنچ گئی۔ چاروں طرف غم و غصّہ کی ایک زبردست لہر دوڑ گئی۔ لیکن بیشتر اِس کے کہ جے چند اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُس کے ہاتھوں سے مالا چھینے وہ بُت کے گلے میں ڈالی جا چکی تھی۔ اور اسی وقت ایک غیر معمولی طاقتور اور قوی بازو نے تماشائیوں میں سے نکل کر ستی سنجوگتا کو اپنے گھوڑے پر ڈال لیا یہ جا' وہ جا' آناً فاناً میں مارتا' کاٹتا نظروں سے اوجھل ہوگیا ——— یہ بہادر پرتھوی راج تھا ؛

ناکامِ محبّت

ملکہ سویڈن کی محبّت کا دردناک انجام

(از خوشتر)

سنہ ۱۶۲۶ء میں یورپ ایک ہولناک جنگ کی مصیبت میں مبتلا تھا۔
اُس جنگ میں سویڈن کے دلیر اور بہادر بادشاہ کرسچین نے اپنی شجاعت اور دلیری کی دھاک بٹھا رکھی تھی۔ شاہ کرسچین کی اُس وقت سارے یورپ میں دھاک بندھی ہوئی تھی۔ اُس کے اقبال کا ستارہ ترقی پر تھا۔ دولت، حشمت، شہرت سب کچھ حاصل تھا۔ لیکن اولاد کی نعمت سے محروم تھا۔ آخر سنہ ۱۶۲۶ء میں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام کرسٹینا رکھا گیا۔ کرسچین کی عمر جنگ و جدل میں گذری تھی اور اس بہادر بادشاہ کو موت بھی میدانِ جنگ ہی میں نصیب ہوئی۔

باپ کی وفات کے وقت کرسٹینا کی عمر صرف چھ سال کی تھی۔ اُس کا کوئی بھائی تو تھا ہی نہیں۔ اِس لئے یہی تخت کی وارث قرار پائی اور امیر وزیر اُس کے نام پر حکومت کا کاروبار چلانے لگے۔ شاہ کرسچین نے اپنی عزیز

بچی کو بیٹوں کی طرح پالا تھا - اُس کی وفات کے بعد بھی کرسٹینا کی تربیت لڑکوں ہی کے مانند ہوئی - وہ گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کو جایا کرتی - مردانہ لباس پہنتی اور ہر کام میں اپنی بساط کے مطابق مردوں کی طرح حصہ لیتی تھی - وفادار وزیر اعظم اُس کو اپنی بیٹی کی طرح عزیز رکھتا تھا اور سلطنت کو امانت سمجھ کر اپنے فرائض نہایت نیک نیتی اور دیانتداری سے انجام دے رہا تھا - اِس لئے ملکہ کے سن بلوغت کو پہنچنے تک کسی قسم کی خرابی رونما نہ ہوئی بلکہ ملک ہر لحاظ سے ترقی کرتا رہا ؛

جب کرسٹینا شادی کے قابل ہوئی تو وزیروں کی یہ رائے ٹھہری - کہ اُس کی شادی اُس کے عم زاد کے ساتھ کر دی جائے - یہ شہزادہ بہت خوبصورت اور بہادر تھا - میدان جنگ میں بہت سے کارہائے نمایاں انجام دے چکا تھا - اِس لئے وزیروں کا انتخاب ہر اعتبار سے موزوں تھا لیکن کرسٹینا کو اُس شہزادے سے محبت نہ تھی - اِس لئے اُس نے اُس کے ساتھ شادی کرنے سے صاف انکار کر دیا - وہ کہتی تھی کہ شادی میرا ذاتی معاملہ ہے - جس کے ساتھ مجھے محبت ہوگی - اُس سے شادی کر لوں گی - اِس میں کسی کو دخل نہیں دینا چاہیئے ؛

شہزادے کو یہ بات ناگوار تو گذری - لیکن وہ یہ سوچ کر چپکا ہو رہا - کہ وقت گذرنے پر کرسٹینا خود ہی راہِ راست پر آجائے گی - مگر حالات نے کچھ اور ہی پلٹا کھایا - شاہِ سپین نے ملکہ کرسٹینا کے حسن و شباب کی شہرت سن کر اپنا سفیر سویڈن کی جانب روانہ کیا تاکہ وہ ملکہ کو اُس کی طرف سے شادی کا پیغام دے - اُس نے اپنی ایک تصویر بھی بھیجی - مگر قسمت کو کچھ اور ہی منظور

تھا - سفیر بادشاہ سے زیادہ خوش قسمت نکلا اور ملکہ اُس کی محبت میں گرفتار ہو گئی ؛

بات یوں ہوئی کہ ایک روز ملکہ اپنے بوڑھے خادم ہیریس کے ساتھ پھرتی پھراتی دارالخلافہ سے چند میل دُور نکل گئی - برف پڑ رہی تھی - موسم خوشگوار تھا اور ملکہ اور خادم گھوڑوں پر سوار مزے مزے چلے جا رہے تھے کہ اتنے میں ایک گاڑی برف میں دھنسی ہوئی نظر آئی - ملکہ گھوڑا بڑھا کر گاڑی کے قریب پہنچی - گاڑی کے گھوڑے بہتیرا زور لگاتے تھے مگر گاڑی برف سے نہ نکلتی تھی - یکایک گاڑی میں سے ایک خوبصورت نوجوان باہر آیا - وہ سردی سے بہت پریشان ہو رہا تھا - جھلا کر بولا " لعنت ہو ایسے سفر پر کہاں شاندار سپین اور کہاں یہ دوزخ سے بدتر ملک" ؛

ملکہ جو مردانہ لباس پہنے ہوئے تھی یہ سُن کر مُسکرائی اور اپنے خادم کو اشارہ کیا کہ گھوڑے سے اُتر کر گاڑی برف سے نکالنے میں مدد کرے مگر گاڑی پھر بھی اپنی جگہ سے نہ ہلی - آخر ملکہ خود گھوڑے سے اتری اور سب نے مل کر گاڑی کو باہر نکال لیا - گاڑی سے اُترنے والا نوجوان شاہِ سپین کا سفیر تھا جو اپنے بادشاہ کی طرف سے ملکہ کی خدمت میں شادی کا پیغام لیکر آیا تھا اُسے کیا معلوم تھا کہ اُس کی مدد کرنے والا نوجوان دراصل سویڈن کی ملکہ ہے چنانچہ اُس نے ملکہ کو کوئی معمولی نوجوان سمجھ کر اُسے کچھ پیسے دیئے - ملکہ پہلی ہی نظر میں اس سفیر پہ ہزار جان سے عاشق ہو گئی تھی اُس نے چپ چاپ پیسے لے لئے اور جب گاڑی آگے نکل گئی تو دیوانہ وار اُن پیسوں کو چومنے لگی ؛

اب دن ڈھل چکا تھا اور برف بھی زیادہ پڑنے لگی تھی۔ اس لئے ملکہ رات ہونے سے پہلے دارالخلافہ میں نہ پہنچ سکتی تھی۔ چنانچہ وہ جلد جلد کچھ فاصلہ طے کر کے ایک چھوٹے سے ہوٹل میں پہنچی اور ایک کمرہ کرایہ پر لے کر وہیں رات بسر کرنے کے لئے ٹھہر گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں سفیر کی گاڑی بھی اُسی ہوٹل کے سامنے آ ٹھہری۔ سفیر نے بھی ایک کمرہ لینا چاہا۔ لیکن اتفاق سے اُس وقت اُس چھوٹے سے ہوٹل میں کوئی کمرہ خالی نہ تھا۔ ہوٹل کے مالک نے مودبانہ انداز میں جواب دیا کہ کھانا تو حاضر ہے لیکن رات آپ کو گاڑی میں ہی بسر کرنی پڑے گی۔

ملکہ اُس وقت اسی مردانہ لباس میں ایک طرف بیٹھی سردی کی کوفت دُور کرنے کے لئے تھوڑی سی شراب پینے لگی تھی۔ سفیر پہچان کر اُس کے پاس گیا اور کہنے لگا "آپ کو تکلیف تو ہوگی۔ لیکن میں بھی گاڑی میں رات بسر نہیں کر سکتا۔ اس لئے اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے کمرے میں سو رہوں" ملکہ کے دل کی حالت تو آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن بظاہر اُس نے شریفانہ بے پروائی سے جواب دیا۔ "بہت بہتر"

وہاں سے اُٹھ کر یہ دونوں سونے کے کمرے میں گئے۔ سفیر تو جاتے ہی پلنگ پر دراز ہو گیا۔ لیکن ملکہ سوچنے لگی کہ آیا مردانہ لباس اُتار دوں یا یونہی پڑ رہوں۔ اسی کشمکش و پنج میں تھی کہ سفیر جواب اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی گول گول چھاتیوں کا ابھار دیکھ کر بھونچکا سا رہ گیا۔ یہ تو اُسے اب بھی معلوم نہ تھا کہ اُس کے سامنے سویڈن کی ملکہ بیٹھی ہے۔ لیکن اِس

بارے میں کوئی شبہ نہ رہا کہ یہ کوئی زندہ دل لڑکی ہے جو مردانہ لباس میں سیر کرتی پھر رہی ہے اِن حالات میں سفیر کا آپے سے باہر ہو جانا قدرتی امر تھا - چنانچہ اُس نے کرسٹینا کا ہاتھ پکڑ کر اُسے پلنگ پر گھسیٹ لیا ؛

ساری رات دونوں نے ایک ہی پلنگ پر گزار دی - صبح ملکہ کا دل بلیوں اچھل رہا تھا - وہ فرطِ انبساط سے دیوانی ہو رہی تھی - اُسے کمرے کی ہر ایک چیز پیاری معلوم ہوتی تھی - اور وہ بار بار ایک ایک چیز کو چُوم رہی تھی - آخر سفیر تو گاڑی میں سوار ہو کر چلدیا اور ملکہ دوسرے راستہ سے دارالخلافہ آ پہنچی ؛

کچھ دنوں کے بعد جب سفیر کو ملکہ کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل ہؤا تو وہ اُسی ہوٹل والی حسینہ کو تخت پر بیٹھے دیکھ کر سناٹے میں آ گیا - لیکن ملکہ نے ایک خاص انداز میں مسکرا کر اُس کی جھجک اور ہچکچاہٹ کا خاتمہ کر دیا ؛

تھوڑی دیر کے بعد یہ دونوں شاہی محل کے ایک الگ تھلگ حصّے میں ملے - سفیر نے بتایا کہ میں اپنے بادشاہ کی طرف سے شادی کا پیغام لے کر آیا ہوں - مگر جب وہ بادشاہ کا خط پیش کرنے لگا تو ملکہ نے ہاتھ بڑھا کر روک دیا اور کہا کہ اِس پیغام کو بند ہی رہنے دو - مجھے تم سے محبّت ہے اور اب میں تمہاری ہی ہو کر رہوں گی ؛

عشق اور مشک کو کون چھپا سکتا ہے؟ ان دونوں کی محبّت کا راز بھی چند ہی روز میں فاش ہو گیا - لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور شہزادہ جواب تک ملکہ سے شادی کی آس لگائے بیٹھا تھا - آگ بگولا ہو گیا - اُس نے

اپنے ساتھیوں کی مدد سے رعیت کو بھڑکا کر بغاوت کا فتنہ کھڑا کر دیا اور بےشمار لوگ ملکہ کے محل پر چڑھ دوڑے - یہ ہجوم غصّے سے اندھا ہو رہا تھا - ہر طرف سے یہی آوازیں سنائی دیتی تھیں کہ سپین کے سفیر کو ہلاک کر دو - اور ملکہ شہزادہ ہنری سے شادی کرے - وفادار بوڑھا وزیر اعظم بھی یہ حالت دیکھ کر گھبرا گیا اُس نے ملکہ کو مشورہ دیا کہ سفیر کو ملک سے نکال دیا جائے اور ملکہ شہزادے سے شادی کرلے ؞

لیکن ملکہ اِس پر آمادہ نہ تھی - اُس نے کہا - میں سفیر کو تو واپس بھیج دونگی - لیکن شہزادہ ہنری سے شادی نہیں کر سکتی - جب ہجوم بالکل نزدیک آ گیا تو وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر لوگوں کے سامنے جا کھڑی ہوئی - لوگ ذرا دیر کے لئے خاموش ہو گئے - تو اُس نے پُروقار انداز میں حکم دیا کہ اپنے چند نمائندے بھیجو جو ہمارے سامنے تمہارے مطالبات پیش کر سکیں - جب چند آدمی آگے آئے تو ملکہ نے اُن سے سوال کیا کہ اگر تمہاری شادی تمہاری مرضی کے خلاف کیجائے تو کیا تم اُسے گوارا کر لو گے ؛ اُنہوں نے جواب دیا - ہرگز نہیں ! ملکہ نے مسکرا کر کہا " تو پھر مجھے کیوں اپنی مرضی کے خلاف شادی کرنے پر مجبور کرتے ہو" - یہ سُن کر وہ شرمندہ سے ہو گئے - کسی سے کوئی جواب بن نہ آیا اور وہی ہجوم جو ابھی ابھی ملکہ کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا " ملکہ زندہ باد" کے نعرے لگاتا ہوا واپس چلا گیا ؞

دوسرے دن ملکہ نے دربار عام کیا - سب امیر وزیر جمع ہو چکے - تو اُس نے تاج سر سے اُتار کر اُن کے سامنے رکھ دیا اور کہا " میں تمہاری

ملکہ ہوں - میرا جسم تمہارا ہے مگر اپنے دل کی میں خود مالک ہوں - یہ تاج و تخت تم جس وقت چاہو - مجھ سے لے سکتے ہو - بلکہ میں خود ہی تمہارے حوالے کئے دیتی ہوں" دربار میں سناٹا چھا گیا - سب امیر وزیر اسے روکتے رہے لیکن دُھن کی پکی ملکہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ساحل سمندر کی طرف چلدی جہاں سے اُس کے محبوب کا جہاز روانہ ہونے کو تھا - لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے - لیکن ملکہ کا قدم آگے بڑھنے سے نہ رُک سکتا تھا - وہ دنیا و مافیہا سے بے پروا دل ہی دل میں اپنے پیارے کی آغوشِ محبّت کے مزے لیتی اور آئندہ زندگی کے سنہری خواب دیکھتی چلی جا رہی تھی ؞

لیکن افسوس کہ آخری وقت میں تقدیر نے دغا کی - جب ملکہ جہاز پر پہنچی تو وہاں اُس کا استقبال محبوب کی بجائے محبوب کی لاش نے کیا - حاسد شہزادے ہنری نے سپین کے سفیر کو راستے ہی میں مروا ڈالا تھا ملکہ کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی - لیکن اُس کے پائے ثبات کو ذرا بھی لغزش نہ ہوئی - اُس نے نہایت ہی ضبط سے کام لیتے ہوئے اپنے مخصوص پُر وقار انداز میں کہا " اب میں واپس نہیں جا سکتی " یہ کہہ کر اُس نے مرحوم محبوب کے ہونٹوں پر بوسہ دیا اور جہاز کا لنگر اُٹھانیکا حکم دیدیا

اسکے بعد یہ ناکام محبّت ملکہ کئی سال تک زندہ رہی - لیکن یہ ویران زندگی ہزار موت سے بدتر تھی - اُس نے آخری وقت تک سویڈن واپس جانے کا خیال تک بھی ظاہر نہیں کیا - آخر اٹلی کے دارالخلافہ روم میں اِس محبّت کی دیوی کا انتقال ہو گیا ؞

محبّت کی فتح

جنرل بوتھ اور انگلستان کی شہرہ آفاق ادیبہ کی محبّت

(جناب اختر شیرانی ایڈیٹر "رومان" لاہور)

(۱)

یکایک ہوا نے آندھی کی شکل اختیار کر لی۔ دریائے ٹیمز کی لہریں آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ نہانے والوں میں کھلبلی مچ گئی۔ کوئی کپڑے اُٹھائے بھاگا جا رہا تھا۔ کوئی کنارے پر پہنچنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اچانک ایک دردناک چیخ فضا میں بلند ہوئی ——— یہ کسی عورت کی چیخ تھی۔

لوگ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے کوئی اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنے کے لئے تیار نہ تھا۔ اُس وقت ایک خوبصورت، سادہ وضع نوجوان کپڑوں سمیت پانی میں کودا اور ایک لمحہ

کے اندر وہ بھی غائب ہو گیا - آندھی بدستور تیز ہوتی جارہی تھی - مگر ہمدرد لوگوں کا ایک گروہ ساحلِ دریا پر جمع ہو گیا تھا سب کے سب نظریں جمائے دُور دھندلکے میں دیکھ رہے تھے —— دُور پانی میں دو انسانوں کی کش مکش کا منظر دکھائی دیتا تھا - کبھی وہ صاف پانی کی سطح پر دکھائی دینے لگتے تھے اور کبھی ایک لحظہ کے لئے لہروں میں غائب ہو جاتے تھے - اُس وقت کنارے پر ایک اضطراب آمیز سکون پیدا ہو جاتا تھا - دوبارہ سطح آب پر آتے ہی چاروں طرف خوشی و مسرت کی ایک لہر دوڑ جاتی، لحظہ بہ لحظہ وہ نزدیک تر آتے جا رہے تھے - اب وہ صاف دکھائی دیتے تھے —— وہی نوجوان ایک لڑکی کو اپنی پشت پر اُٹھائے لئے آتا تھا ؛

(۲)

مکمل ۲۴ گھنٹے کی غشی کے بعد نوجوان نے آنکھیں کھولیں - کوئی اُس کے سر کو آہستہ آہستہ دبا رہا تھا، اُس نے کمرے کے ساز و سامان پر نگاہ ڈالی، جگہ غیر مانوس سی تھی، اُس نے مڑ کر سر دبانے والے کو دیکھنے کی سعی کی - اُس کی خواہش کو محسوس کرتے ہوئے وہ سامنے آگئی —— اُس کے سامنے شعلہ حسن لرز رہا تھا - وہ ایک بیس سالہ دوشیزہ تھی حسین نہایت حسین، شاعر کے تخیل سے بھی زیادہ خوبصورت اور نازک، اُس نے بیباکانہ نگاہوں سے اُس کے ملکوتی حسن کی طرف دیکھا، دوشیزہ کے چہرہ پر حیا کی سُرخی نمودار ہوئی - اُس نے فرطِ حیا سے سر جھکا لیا - نوجوان اُسے دیکھے جا رہا تھا - وہ حیران تھا وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر الفاظ زبان پر

آتے آتے رُک جاتے تھے ؛

نوجوان پیاسی نگاہوں سے اسکو تک رہا تھا - یکایک حسینہ نے نگاہیں اوپر اُٹھائیں اور بنسری ایسی شیریں اور باریک آواز میں دریافت کیا :-
"آپ اچھے ہیں کیا ؟"

اُس کے گلابی ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی - نوجوان اور بھی کھو یا گیا ؛

آخر اُس نے ہمت سے کام لیتے ہوئے کہا " نوازش ! لیکن میں کہاں ہوں" ؟

وہ ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی اور دلنشین انداز میں کہنے لگی "خدا کا شکر ہے۔ آپ نے تو میری زندگی بچانے کے لئے اپنی جان خطرہ میں ڈالدی میں اس احسان کا معاوضہ نہیں دے سکتی "

رفتہ رفتہ نوجوان کے دماغ میں سمندر اور طوفان کا نظارہ پھر گیا - اب اُسے گردوپیش کے حالات کا بخوبی احساس ہو گیا - اُس نے اُٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "احسان"! یہ تو میرا فرض تھا " حسینہ اٹھی اور مسکرا کر کمرے سے باہر چلی گئی - نوجوان دو چار روز کے بعد بالکل تندرست ہو گیا - اس دوران میں دونوں ایک دوسرے سے والہانہ محبت کرنے لگے ؛

یہ نوجوان ولیم پوتھ تھا اور حسینہ انگلستان کی مشہور ادیبہ کیٹ لم فورڈ ؛

(۳)

کیٹ ادیبہ تھی اور بہت ہی کامیاب ادیبہ ' اُس کے مضامین کا شہرہ

ملک میں چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ اِس عمر ہی میں اُس کی تصانیف خاص و عام سے خراجِ تحسین وصول کر چکی تھیں۔ وہ خوبصورت تھی۔ تعلیم یافتہ تھی اور صاحبِ ثروت۔ انگلستان کے سینکڑوں نواب اور امیر اس کی اک نگاہِ غلط انداز کے خواہشمند تھے۔ مگر وہ کسی کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھتی تھی گویا اُسے مردوں سے کوئی مناسبت ہی نہیں۔ لیکن نوجوان بوتھ کو دیکھ کر پہلی ہی نظر میں اُس کی ہو گئی۔ محبّت ہمیشہ محبّت ہی کی متلاشی ہوا کرتی ہے ؛

بوتھ غریب والدین کا بیٹا تھا، نہایت ہونہار اور دانشمند، مردانہ اوصاف سے کامل طور پر مزین، وہ تنہائی پسند واقع ہوا تھا۔ اُسے دُنیا کی کسی شے سے کوئی دل بستگی اور دلچسپی نہ تھی۔ یکایک اس کی زندگی میں کیٹ آداخل ہوئی ——— اب اس کی دُنیا ہی بدل چکی تھی، وہ کھلم کھلا اپنی محبوبہ سے نہ مِل سکتا تھا۔ اُس زمانہ میں انگلستان میں امیر غریب کی تخصیص زوروں پر تھی، ہر روز پوشیدہ ملاقاتیں ہونے لگیں۔ لیکن رازِ محبّت کبھی چھپائے نہیں چھپتا، چاروں طرف سرگوشیاں ہونے لگیں، وہ اِن سب باتوں کے لئے تیار رہتے، ان کی محبّت کے افسانے گھروں کی چار دیواریوں میں جا پہنچے، کیٹ کے والدین نے سُنا۔ غصّہ و نفرت سے انتقام پر اُتر آئے۔ مگر دونوں کے پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آئی ——— طوفان آیا اور گذر گیا۔ سچی محبت کی فتح ہوئی اور دونوں ایک روز گرجا میں خاوند اور بیوی بن گئے ؛

(۴)

شادی کے بعد بوتھ کی زندگی میں انقلاب، اک انقلابِ عظیم پیدا ہوا۔

مذہبی دنیا میں اُس کا نام خاص عزّت و احترام سے لیا جانے لگا - اِن ہی ایام میں ' ہاں ! بالکل انہی ایام میں کیٹ بیمار ہو گئی - زندگی کی کوئی آس نہ رہی - دوا بیکار نظر آنے لگی - بوتھ کی نگاہوں میں تمام دُنیا تاریک ہو گئی - اُس نے مسلسل کئی راتیں اُس کی پائنتی بیٹھ کر گزار دیں - اُس کی ساری ہمدردی اور ساری محبّت سمٹ کر بیوی کے گرد جمع ہو گئی ——— وہ ہاتھوں سے جا رہی تھی اور وہ کچھ کر نہ سکتا تھا - وہ عالم یاس میں گڑگڑا کر رونے لگا - سجدہ میں گر گیا - خدا سے دعا کی اور مکمل بہ گھنٹے تک آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا - جیسے کسی نے بُت بنا کر رکھ دیا ہو مگر جب ہوش آیا تو اُس کی بیوی تندرست ہو چکی تھی اور حیرت و تعجب سے اپنے پریشان حال خاوند کی طرف دیکھ رہی تھی ؀

یہ معجزہ تھا یا کچھ اور ' بہرحال چاروں طرف شہرہ ہو گیا ' کیٹ اپنے شوہر کی دیوتا کی طرح پوجا کرنے لگی - اب وہ تصنیف و تالیف کا کام چھوڑ کر اُس کی خدمت ہی کو اپنی زندگی کا ماحصل سمجھنے لگی ——— زمانہ گزرتا گیا اُن کے خیالات بھی دوسری شکل اختیار کر لی - دونوں نے بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے مکتی فوج کی بنیاد ڈالی ——— یہی ان کی زندگی کے خواب کی تعبیر تھی ؀

مکتی فوج کے جلوس نکلتے تھے - عوام اُن پر پتھر برساتے ، مخالفین اینٹوں کی بارش کرتے - مگر یہ سرشار محبّت انسان مسکراتے ہوئے چلے جاتے تھے - یورپ اُنکو "سچّے عاشقوں" کے نام سے یاد کرتا ہے ؀

نپولین کی بیوفا ملکہ

نپولین کی ملکہ کا عشق :-
ایک ڈیوک سے

(جناب پنڈت ہری چند اختر ایم ۔ اے سابق ایڈیٹر مخزن)

نپولین کے نزدیک عورت کے دل کی حیثیت ایک کھلونے سے زیادہ نہ تھی ۔ اُس نے عجیب بیقرار طبیعت پائی تھی ۔ اچھی صورت پہ اُس کا دِل ٹوٹ کر آ تا تھا ۔ اپنی طاقت اور دولت کے صدقے اسے کامیابی بھی ہو جاتی تھی ۔ لیکن تھوڑے ہی دِنوں کے بعد اس کی طبیعت بھر جاتی اور وہ اُسی محبوبہ سے جس کو حاصل کرنے کے لئے اکثر بے انتہا دوڑ دھوپ کرنی پڑتی تھی ۔ اِس طرح آنکھیں پھیر لیتا ۔ جیسے کبھی جان پہچان تک بھی نہ تھی ۔ پہلی محبوبہ کی جگہ کوئی نئی نویلی حسینہ لے لیتی اور کچھ عرصہ کے بعد اسے بھی کسی اور کے لئے جگہ خالی کرنی پڑتی ۔ لیکن آخر نپولین کو بھی بیوفائیوں کا بدلہ مِل کر رہا اور وہ بھی اپنی بیاہتا بیوی کے ہاتھوں :-

میری لوئیسا شہنشاہ آسٹریا کی شہزادی تھی وہ ۱۷۹۱ء میں پیدا ہوئی یہ شہزادی جتنی حسین وجمیل تھی۔ اتنی ہی دل پھینک بھی واقع ہوئی تھی۔ چنانچہ ۱۵ سال کی عمر میں وہ ایک ڈیوک کی محبت میں گرفتار ہو گئی۔ یہ جوڑا ہر لحاظ سے موزون تھا۔ اگر شہزادی نسوانی خوبصورتی کا مجسمہ تھی۔ تو ڈیوک بھی مردانہ حسن کا بہترین نمونہ تھا۔ میری کو امید تھی کہ وہ ڈیوک سے شادی کر کے عیش ومسرّت کی زندگی بسر کرے گی۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اُس نے میری لوئیسا کو نپولین کی شکست کیلئے منتخب کر رکھا تھا

جس وقت میری لوئیسا پیدا ہوئی۔ فرانس ایک خوفناک انقلاب میں سے گذرر ہا تھا۔ ۱۷۹۳ء میں فرانس کا بادشاہ اور ملکہ قتل کر دیئے گئے اس کے بعد خانہ جنگی کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اِس افراتفری کے زمانہ میں نپولین بونا پارٹ نے اپنی پوزیشن اِس قدر مضبوط کر لی کہ ۱۸۰۴ء میں فرانس کا بادشاہ بن گیا نپولین کی قسمت کا ستارہ اُس وقت عروج پر تھا۔ چنانچہ چند ہی سال میں اس نے اِس قدر طاقت حاصل کر لی کہ یورپ کی بڑی سے بڑی سلطنت اسکے نام سے کانپتی تھی۔ لیکن نپولین کو ابھی گھر کا چراغ نصیب نہ ہوا تھا ٭

جن دِنوں نپولین ابھی ایک معمولی لفٹننٹ تھا۔ اس نے ایک خوبصورت بیوہ جوزیفائن نامی سے شادی کر لی تھی۔ جوزیفائن بھی نپولین پر دل و جاں سے فدا تھی۔ جہاں تک باہمی محبت کا تعلق تھا۔ دونوں بڑے مزے کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ لیکن جوزیفائن سے نپولین کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہ ہوا جو تخت وتاج کا وارث ہوتا۔ اسے ہر وقت یہی خیال رہتا تھا کہ یہ عظیم الشان

سلطنت جو میں نے اس قدر مصیبت برداشت کر کے حاصل کی ہے میرے آنکھ بند کرتے ہی کسی اور کے قبضہ میں چلی جائے گی ؎

چنانچہ نپولین کے دوستوں اور مشیروں نے اسے یہ مشورہ دیا کہ جوزیفائن کو طلاق دے کر کسی شہزادی سے شادی کر لی جائے تو اس سے نہ صرف تخت و تاج کا وارث پیدا ہونے کی امید بندھ جائے گی بلکہ نپولین کے دشمنوں کی طاقت بھی کم ہو جائے گی ۔ نپولین کو جوزیفائن سے سچی محبت تھی ۔ اُس بیچاری نے نپولین سے اس وقت شادی کی ۔ جبکہ اس کی حیثیت بالکل معمولی تھی ۔ اس کے بعد وہ نہایت ہی وفاداری سے ہر موقع پر نپولین کا ساتھ دیتی رہی ۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ نپولین کی اس قابل رشک ترقی میں جوزیفائن کا بہت کچھ حصہ تھا ۔ اس لئے جوزیفائن کو چھوڑ دینا نپولین کے لئے آسان نہ تھا ۔ لیکن دوسری جانب مشیروں کی رائے بھی وزندار معلوم ہوتی تھی ۔ اس میں شک نہیں کہ یورپ کی ہر ایک سلطنت نپولین کے نام سے کانپتی تھی ۔ لیکن نپولین بخوبی جانتا تھا کہ ان سلطنتوں میں سے کسی کو بھی مجھ سے ہمدردی نہیں ۔ سب کی سب میری دشمن ہیں اور عین ممکن ہے کہ موقع ملنے پر اکٹھی ہو کر مجھ پر ٹوٹ پڑیں ۔ اس کے ساتھ ہی تاج و تخت کے وارث کی خواہش بھی کوئی معمولی خواہش نہ تھی ۔ چنانچہ نپولین اپنی وفادار ملکہ جوزیفائن کو طلاق دینے پر آمادہ ہو گیا ؎

اب سوال پیدا ہوا کہ شادی کہاں کی جائے ۔ انگریز اور جرمن

نپولین کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ اٹلی اور ہسپانیہ وغیرہ بھی اگرچہ اُس کے مخالفین میں تھے۔ لیکن سب سے زیادہ خطرہ انگلستان اور جرمنی کی طرف سے تھا۔ اِس لئے نپولین چاہتا تھا کہ کسی بڑی سلطنت کیساتھ رشتہ قائم ہو جائے تاکہ مخالفوں کی تعداد اور طاقت گھٹ جائے۔ یورپ میں اس وقت دو نوجوان شہزادیاں شادی کے قابل تھیں ایک تو زار روس کی بیٹی اور دوسری آسٹریا کی شہزادی میری لوئیسا۔ دونو بادشاہ اپنی بیٹیاں نپولین کے ساتھ بیاہ دینے پر آمادہ تھے۔ لیکن آخر فیصلہ یہی ہوا کہ آسٹریا کی شہزادی کے ساتھ شادی کی جائے۔ یہ فیصلہ گیارہ ممبروں کی ایک کونسل میں ہوا۔ اُن میں سے چار تو روس کے ساتھ رشتہ کرنے کے حامی تھے۔ تین کسی جرمن شہزادی کے حق میں تھے اور چار آسٹریا کی شہزادی کو فرانس کی ملکہ بنانا چاہتے تھے۔ بہت دیر تک بحث تمحیص ہوتی رہی۔ لیکن آخرکار قرعۂ فال میری لوئیسا شہزادی آسٹریا کے نام پڑا ؎

شہنشاہ آسٹریا تو پہلے ہی رضامند تھا لیکن شہزادی اِس شادی کے لئے تیار نہ ہوتی تھی۔ وہ ڈیوک پر بُری طرح فریفتہ تھی۔ اُس کا دل گوارا نہ کرتا تھا کہ اپنے محبوب کے ساتھ عشق و محبت کی زندگی بسر کرنے کی تمام آرزوئیں اور امیدیں فرانس کے تخت پر قربان کر دے۔ جس حسن و جمال کو وہ ڈیوک کا نذرانہ سمجھتی تھی۔ اُسے کسی اور کی ہوس رانیوں کی آماجگاہ بنانے کے لئے وہ ہرگز تیار نہ تھی۔ وہ نپولین کی شاہانہ محبت کو اپنے

محبوب کی سچی محبّت اور شاہِ فرانس کے آغوش کو اپنے پیارے ڈیوک کے بازوؤں پر ترجیح نہ دے سکتی تھی۔ لیکن آخر اسکو ایک شہنشاہ کے گھر پیدا ہونے کی سزا بھگتنی پڑی۔ یعنی اسے یہ کہہ کر نپولین کی ملکہ بننے پر آمادہ کر لیا گیا کہ یورپ کا امن و امان قائم رکھنے کے لئے یہ شادی ضروری ہے۔ شادی کے لئے نپولین آسٹریا نہیں گیا۔ دولھا کے بغیر ہی عملی رسوم ادا کر کے شہزادی کو فرانس بھیجدیا گیا اور نپولین نے شہزادی کو پہلے پہل اُس وقت دیکھا جب وہ اس کی بیوی اور فرانس کی ملکہ بن چکی تھی :

لیکن ملکہ کا حسن و جمال نپولین کے دل پر اثر کرنے میں ناکام نہ رہ سکتا تھا۔ چنانچہ نپولین کے لئے یہ شادی صرف سیاسی رشتہ نہ رہی بلکہ عشق و محبت کی شادی بن گئی۔ وہ اس شمع حسن پر پروانہ وار فدا ہو رہا تھا۔ مگر ملکہ کا دل کسی اور کے لئے بیقرار رہتا تھا۔ اس کے بازو کسی اور کی محبوب گردن میں حمائل ہونے کے آرزومند اور اُس کے ہونٹ کسی اور کے جان بخش بوسوں کی تمنّا میں تڑپتے رہتے تھے۔ اگرچہ ایک لڑکا بھی پیدا ہو چکا تھا۔ لیکن نپولین کو میری لوئیسا کی محبت حاصل نہ ہو سکی۔ شادی سے تین چار سال بعد ہی نپولین کا زوال شروع ہو گیا اور آخر واٹرلو کے میدان میں انگریزوں سے شکست کھا کر وہ سینٹ ہلینا میں ایک قیدی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گیا۔ لیکن میری لوئیسا کی محبت اِس مصیبت اور جلاوطنی کے زمانے میں بھی اُس کے دل میں موجزن تھی :

چنانچہ ان ایام میں اُس نے کئی مرتبہ نہایت بیقراری سے اِس خواہش کا اظہار کیا کہ میری اس کے ساتھ رہے لیکن میری پر نہ تو منّت خوشامد کا کچھ اثر ہوا اور نہ دھمکیاں کارگر ثابت ہوئیں وہ سیاسی مجبوریوں سے آزاد ہو کر ڈیوک کے ساتھ عیش و عشرت کے دن گزار رہی تھی - حتیٰ کہ ۱۸۲۱ء میں نپولین اِس دنیا سے چل بسا اور میری لوئیسا اپنے آشنا کی آغوش میں عمر بسر کرنے کے لئے آزاد ہو گئی ؎

شکستِ حُسن

ابراہیم لنکن کی داستانِ محبت

(جناب گوہر رام نگری ایڈیٹر "چاند")

میری نے اپنے خوبصورت سنہری بالوں کو جو دو آبشاروں کی طرح اس کے ہر دو کندھوں پر لٹک رہے تھے پیچھے جھٹکتے ہوئے کہا "محبت دیوانگی ہے اور سراسر دیوانگی، مجھے کسی نوجوان سے محبت نہیں ہوسکتی"

"میری اتنا غرور، تم خوبصورت ہو اور ایسی خوبصورت کہ ہر نوجوان تمہاری پرستش کرنے کو تیار ہے، تمہاری ایک نگاہِ ناز زاہد و عابد کو بھی اپنے قدموں پر گرا سکتی ہے۔ تم تو پیدا ہی محبت کے لئے ہوئی ہو" اس کی سہیلی روزیٹا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

یہ گفتگو میری ٹاڈ اور اس کی سہیلی روزیٹا میں ہو رہی تھی۔ میری نیویارک کی حسین ترین لڑکیوں میں شمار ہوتی تھی۔ سوسائٹی میں اس کی عزت تھی۔ وہ جدھر نکل جاتی سینکڑوں نگاہیں اس کا تعاقب کرتیں — اس کی زندگی کی اکیس بہاریں آئیں اور گذر گئیں۔ لیکن کوئی نوجوان

اس کی نگاہوں میں نہ جچا، عشاق کی بڑھتی ہوئی تعداد نے اس کے اندر وہ خیال پیدا کر دیا - جو ہر حسین عورت کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے ۔

"میں امریکہ کے صدر سے شادی کروں گی" اس نے اپنے والدین سے کہا ——— مگر اس کا یہ خواب منت پذیر تعبیر نہ ہو سکا - وہ اپنے خیالات پر کاربند رہی - دوستوں، سہیلیوں اور رشتہ داروں کی مخالفت اُسے متزلزل نہ کر سکی ۔

شام کا وقت تھا - آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے - اسی جھٹپٹے کے عالم میں بازار کی نکڑ پر ایک نوجوان مرد اور میری میں ٹکر ہو گئی میری گر پڑی - نوجوان نے جھک کر اُسے اُٹھایا - میری کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا - اس نے چلا کر کہا "اندھے ہو گیا ؟"

"ہاں" کہہ کر نوجوان نے ایک مرتبہ بیباکانہ نگاہوں سے حسینہ کی طرف دیکھا اور آگے بڑھ گیا - میری غصہ اور حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی - وہ مردوں کو اب تک کمزور سمجھتی تھی - لیکن تازہ تجربہ نے اس کے خیالات کو بدل دیا - شکست کے احساس سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے - عورت واقعی ایک سایہ کی مانند ہے اگر اس کے پیچھے بھاگا جائے تو وہ آگے ہی آگے بڑھتی جاتی ہے اور آگے بھاگنے سے وہ دیوانہ وار تعاقب کرنے لگتی ہے - میری بھی بالآخر عورت تھی - اور نسوانی جذبات اور احساسات کی مالک ——— نوجوان کے انداز

نے اس پر خاص اثر ڈالا - وہ ملاقات کا موقع تلاش کرنے لگی - لیکن وہ مسکرا کر اس کی طرف دیکھتا اور اپنی راہ لیتا - اس کا انداز، اس کی تغافل شعاری جذبۂ شوق پر تازیانہ ثابت ہوئی ؛

یہ نوجوان میری ٹاڈ کا ہمسایہ ابراہیم لنکن تھا - وہ ایک بیباک اور خاموشی پسند نوجوان واقع ہوا تھا - اسے میری ٹاڈ سے محبت تھی - اس کی ہر حرکت سے جذباتِ اُلفت کا اظہار ہوتا تھا - مگر میری کی رعونت، میری کا غرور اُسے اظہارِ محبت کی اجازت نہ دیتا تھا ؛

آدھی رات کا عمل ہوگا - اچانک آگ آگ کا شور بلند ہوا - بستروں میں لیٹے ہوئے چونک اُٹھے اور دیکھتے دیکھتے گلی میں تمام اہلِ محلہ جمع ہو گئے ——— میری، حسین میری کا مکان شعلوں کی لپیٹ میں تھا - لکڑیاں جل جل کر کڑا کڑا کر گر رہی تھیں - میری کھڑکی میں کھڑی مدد مدد پکار رہی تھی - اس کا حسین چہرہ کیسا بھیانک معلوم ہوتا تھا - اسوقت سیڑھی لگا کر اوپر چڑھنا موت کے منہ میں جانے کے مترادف تھا مگر عشق، حقیقی اُلفت خطرہ کو خطرہ نہیں سمجھتی ——— ایک نوجوان ہجوم کو چیرتا ہوا سیڑھی پر چڑھتا دکھائی دیا - چاروں طرف شور مچ گیا - وہ آنِ واحد میں نظروں سے اوجھل ہو کر دھوئیں کے بادلوں میں غائب ہو گیا ؛

یہ وہی نوجوان ابراہیم لنکن تھا -

میری تو بچ گئی - مگر ایک ہزیمت خوردہ چیتے کی طرح موت نے اُسے چھوڑ

کر ابراہیم لنکن پر حملہ کیا۔ کئی روز تک وہ زندگی اور موت کے درمیان لٹکتا رہا۔ سب مایوس ہو چکے تھے۔ ایک روز میری اس کے سرہانے بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھوں سے گرم گرم دو آنسو مریض کے چہرہ پر گرے۔ ان گرم آنسوؤں نے مسیحائی کا کام کیا۔ فوراً مریض نے آنکھیں کھول دیں اور ادھر اُدھر دیکھا۔ میری نے فوراً اپنی آنکھیں پونچھ دیں۔ وہ اپنی کمزوری کو چھپانا چاہتی تھی۔ اس نے دلربایانہ انداز میں دریافت کیا :-

"کیسے ہیں آپ ؟"

"اچھا ہوں" جواب ملا اور وہ پھر آنکھیں بند کر کے سو رہا۔ میری کے دل پر اک چوٹ لگی، دل آنسوؤں کی شکل میں آنکھوں سے بہہ نکلا ——

دن گزرتے گئے۔ ابراہیم لنکن خطرے سے باہر ہو گیا۔ اب صرف نقاہت باقی تھی۔ میری بلاناغہ وہاں آتی، اور پورے سازوسامان سے لیس ہو کر، وہ اپنے حسنِ زاہد فریب سے ابراہیم لنکن کو مسحور کرنا چاہتی تھی۔ مگر لنکن گرد و پیش کے حالات سے بے پروا مطالعہ کتب میں مصروف رہتا ؛

جس کے لئے وہ بن سنور کر آتی تھی۔ وہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا۔ اب اس میں یارائے صبر نہ رہا۔ اس نے مجبوبانہ انداز میں کہا "لنکن! کچھ خفا ہو گیا ؟"

"خفا، خفگی کیسی ؟" نوجوان لنکن نے نہایت سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"اگر خفگی نہیں۔ تو یہ کم بخت خاموشی آخر کیا معنی رکھتی ہے۔ کیا تم عورت کا دل توڑنا ہی جانتے ہو" وہ جو کچھ اتنا عرصہ سے چھپائے ہوئے تھی۔ آج

کہہ گئی - وہ جذبات کی لہروں میں گم ہو گئی ۔

لنکن اسی طرح پُرسکون تھا - اس پر ان الفاظ کا مطلقاً اثر نہ ہوا
اس نے کتاب کا ورق اُلٹتے ہوئے کہا - "میں اندھا ہوں اور بُزدل بھی"

میری کے چہرے پر مُردنی سی چھا گئی - اس نے روتے ہوئے اپنے آپ کو لنکن کے قدموں میں گرا دیا "لنکن مجھے معاف کر دو" میں اپنی شکست تسلیم کرتی ہوں - میں غلطی پر ہوں "

لنکن کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا - اس نے حسین میری کو اپنی آغوش میں لیتے ہوئے کہا - "میری! میں تمہیں چاہتا ہوں - تم میری روح کے اندر جذب ہو چکی ہو، تم نہیں جانتی کہ کتنی بے کیف راتیں میں نے تمہاری یاد میں کاٹیں، میں تمہیں صرف ایک سبق پڑھانا چاہتا تھا "

"لنکن! جانے دو - پیارے گذشتہ واقعات کو بُھلا دو، میں اپنی حماقتوں پر پشیمان ہوں "

لنکن جھکا اور اس کے خوبصورت گلابی رخساروں پر محبّت کی مہر ثبت کر دی ۔

لنکن اور میری کی محبّت نے افسانہ کی شکل اختیار کر لی - دونوں گھنٹوں لتا کی طرح ایک دوسرے سے لپٹے محبّت آمیز گفتگو کیا کرتے ——
بالآخر وہ خاوند بیوی بن گئے - محبت وسرور کے چند سال ایک دلفریب خواب کی مانند گذر گئے - اچانک لنکن اس شیریں خواب سے بیدار ہوا

اس کی کتابِ زندگی میں ایک نئے اور روشن باب کا اضافہ ہوا۔ اس کے دِل میں جذبۂ حب الوطنی نے جوش مارا۔ وہ پبلک سرگرمیوں میں خاص انہماک اور دلچسپی سے حصّہ لینے لگا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ سنجیدہ اور خاموش نوجوان امریکہ کا بہترین مقرر تسلیم کیا جانے لگا۔ اس کے الفاظ رگوں میں نیا خون اور دماغ میں نیا جوش پیدا کر دیتے تھے ؛

آخر لنکن امریکہ کا صدر منتخب ہوا اور اس کی بیوی کے وہ الفاظ سچ ثابت ہوئے۔ جو اس نے شادی سے پیشتر اپنے والدین سے کہے تھے ؛

ترکی محبوبہ

تیمور لنگ اور حمیدہ بانو بیگم

(از خوشتر)

پانچ سو سال پہلے کا ذکر ہے۔

قسطنطنیہ میں کہرام بپا تھا۔ بازاروں، گلیوں اور مکانوں میں خون کی ندیاں رواں تھیں، ہزارہا بہادر اور جانباز ترکوں کی لاشیں باسفورس کی سطح پر تیرتی ہوئی نظر آتی تھیں، چاروں طرف موت کی سی خاموشی طاری تھی۔ محل کے عین سامنے تیموری افواج قاہرہ ڈیرے ڈالی پڑی تھیں۔ ترک سپہ سالار یزدانی، بہادر اور شجاع یزدانی، جس کے نام سے دنیا تھرا رہی تھی۔ اسوقت زنجیروں میں جکڑا اپنی زندگی کا فیصلہ سننے کے لئے کھڑا تھا۔ لیکن اس وقت بھی وہی دم خم تھا۔

"موت چاہتے ہو یا زندگی"؟ یکایک تاتاری فاتح اعظم کی آواز بلند ہوئی۔

یزدانی نے مردانہ وار اپنی گردن اٹھاتے ہوئے جواب دیا "اگر عزت کی زندگی ملے تو زندگی ورنہ موت۔ ذلت کی زندگی سے موت بدرجہا بہتر ہے"

تیمور کو اب تک کبھی ایسے الفاظ سننے کا موقع نہ ملا تھا۔ چہرے پر سُرخی آ گئی۔ تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ "عزّت کی زندگی اِس لئے کہ ایک بار پھر قسطنطنیہ کو عیاشی کا مرکز بنا سکو۔ میں اسلام کی خدمت کے لئے پیدا ہوا ہوں اور عیاش ترکوں کو ملیا میٹ کرنا ہی اِسوقت سب سے بڑی خدمت ہے۔"

یزدانی کچھ کہنا چاہتا ہی تھا کہ اسکے پیچھے کھڑا ہوا نوجوان جوشِ غضب سے آگے بڑھا "تم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہو، خلقِ خدا کو تباہ و غارت کرنا، ہری بھری کھیتوں کو اُجاڑنا اسلام ہے؟ کیا یہی رسولِ کریم کی تعلیم ہے؟ میں جانتا ہوں کہ تم مجھے قتل کر دو گے۔ لیکن حقیقت کا اظہار کرنا ہی ایک سچے مسلمان کا فرض ہے۔ بتاؤ۔ کیا یہ سب اسلام کی خدمت ہے یا ہوسِ ملک گیری۔ کیا بیکس و معصوم بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا اسلام پرستی ہے؟"

ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ سب کی نگاہیں اس بیباک، نڈر اور خوبصورت نوجوان کے چہرہ پر مرکوز ہو گئیں۔ یزدانی کو اس کی لاش آنکھوں کے سامنے تڑپتی ہوئی دکھائی دی۔ لیکن تیمور کا ہاتھ جہاں تھا۔ وہیں رُک گیا۔ نوجوان کی باتیں تیر کی طرح اس کے سینے میں اتر گئی تھیں بعض اوقات مہا پرشوں کی گھنٹوں کی نصیحت کا اثر نہیں ہوتا۔ لیکن کبھی ایک لفظ ہی انسان کی کایا پلٹ دیتا ہے۔ یزدانی اپنی موت سے نہ ڈرتا تھا مگر اپنے نوجوان بیٹے کے انجام کا خیال کر کے گھبرا سا گیا اور لجاجت آمیز لہجہ میں بولا "یہ بچہ ہے ابھی ناتجربہ کار ہے۔ اس کی باتوں کی پروا نہ کریں"

تیمور کی تو دنیا ہی بدل چکی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ یزدانی کے

پاس آیا اور کہا۔

"کیا نام ہے اس کا اور تمہارا کون ہوتا ہے؟"

"یہ میرا بیٹا ہے اور حبیب کے نام سے پکارا جاتا ہے"

"حبیب! تمہارے الفاظ سخت ہیں۔ لیکن ان میں صداقت کی بُو آتی ہے۔ تم نے میری زندگی کے پانسہ کو ایک لحظہ میں پلٹ دیا ہے میرے خیالات میں انقلاب ہوتا نظر آرہا ہے" تیمور یہ کہہ کر اپنے خیمہ میں چلا گیا۔ اس کے چہرہ سے پریشانی اور فکر کے آثار صاف ہویدا تھے۔

ہنگامِ سحر جب دستِ قدرت افقِ مشرق میں طلائی اور ارغوانی خطوط مرتسم کرنے میں مصروف تھے۔ تیمور بحرِ فکر میں غوطہ زن یزدانی اور حبیب کے کمرہ کی طرف جاتا دکھائی دیا۔ سپاہیوں نے دروازہ کھولا۔

"یزدانی! تمہارے ہونہار بیٹے نے میرے خیالات میں اک انقلاب عظیم بپا کردیا ہے۔ میں رات بھر اس کے الفاظ پر غور کرتا رہا۔ اب مجھ پر حقیقت منکشف ہوگئی ہے۔ میں اب تک جادۂ صداقت سے بہت دُور تھا۔ میں حقیقی معنوں میں گمراہ تھا۔ اسلام واقعی تباہی اور غارتگری نہیں بلکہ محبت و یگانگت سکھاتا ہے۔ اسلام جبر نہیں، الفت کا درس دیتا ہے"

یزدانی اور حبیب اس تبدیلیٔ قلب پر حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ تیمور نے حبیب، نوجوان حبیب کے چہرہ پر نظریں گاڑ دیں۔ اس کے چہرہ پر شرم و حیا کی سرخی سی نمودار تھی۔ تیمور کے دل میں

کسی شبہ نے سر اُٹھایا ۔ اس نے سر سے پاؤں تک بغور اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا :۔

"حبیب! آج تمام ترک رہا کر دیئے جائیں گے ۔ کیا تم ایک گمراہ انسان کو راہِ راست پر لانے کے لئے اس کی رفاقت نہ کرو گے "

حبیب نے جواب کے لئے یزدانی کی طرف دیکھا ۔

"اس قدر دانی کا شکریہ! لیکن حبیب ابھی ناتجربہ کار ہے" یزدانی نے جواب دیا ۔

"کیا تم میری اِس درخواست کو بھی قبول نہیں کر سکتے" فاتح تیمور اس وقت تمہارے سامنے ایک بھکاری کی حیثیت میں کھڑا ہے" یزدانی خاموش ہو گیا ۔ اسکے پاس اس کوئی جواب نہ تھا ۔

اسی شام کو تمام ترک رہا کر دیئے گئے ۔ ماتم کدہ قسطنطنیہ میں از سرِ نو مسرت و خوشی کے آثار نظر آنے لگے ۔

یزدانی آتش پرست تھا ۔ لیکن کئی سال سے حلقہ بگوش اسلام ہو چکا تھا ۔ اس کی غیر معمولی بہادری اور جرأت کے باعث ترک اُسے خاص عزّت و احترام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے ۔ اس کی ایک ہی لڑکی امت الحبیب تھی ۔ یزدانی اس کو لڑکوں سے بھی عزیز رکھتا ۔ چنانچہ لڑکوں کی طرح ہی اس کی پرورش ہوئی ۔ وہ مردانہ لباس پہنتی ۔ گھوڑے کی سواری کرتی ۔ تھوڑے ہی عرصہ میں فنِ حرب میں بھی کافی دستگاہ حاصل کر لی ۔ ہنگامہ کارزار میں

وہ اپنے باپ کے دوش بدوش دادِ شجاعت دیتی۔ خلیفۂ وقت اس کی بہادری سے اس قدر خوش ہؤا کہ ۱۸ سال کی عمر ہی میں فوج میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہوگئی ــــــــ یہی لڑکی جیب کے نام سے متعارف ہوئی ٭

امتہ الجبیب کے والدین اُسے تیمور کے ہمراہ بھیجنے پر آمادہ نہ تھے لیکن جیب کے دل میں نامعلوم کیا سمائی کہ وہ تیمور کے ساتھ جانے کو تیار ہوگئی۔ والدہ کی مخالفت اور رشتہ داروں کی منت وزاری اس کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ کرسکی اور بالآخر وہ لاکھوں ہم وطنوں کی دعائیں لیتی ہوئی تیمور کے ہمراہ چلی گئی ٭

چاروں طرف جیب کی انصاف پسندی اور شجاعت کا غلغلہ مچ گیا۔ وہ اب تیمور کا وزیر تھا۔ تیمور اسی کے کانوں سے سنتا اور اسی کی آنکھوں سے دیکھتا تھا۔ سمرقند میں امن وسکون کی حکومت تھی۔ سبھی لوگ نوجوان وزیر پر جان دیتے تھے۔ اور تیمور تو ایک لحظہ کے لئے بھی اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتا تھا۔ ایک روز تیمور نے محبت بھری نظروں سے جیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا :۔

"میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں جیب کیا تم جانتے ہو؟"

"ذرہ نوازی ہے۔ آپ کے احسانات کو بھلا کیسے فراموش کرسکتا ہوں"

تیمور مسکرایا اور غور سے اس کی طرف دیکھتا ہؤا بولا :۔

"جیب تم نوجوان ہو اور خوبصورت ۔لیکن پھر بھی زاہدانہ زندگی بسر کر رہے

ہو ۔ مجھے یقین ہے کہ دنیا کی حسین ترین خاتون بھی تمہاری معشوقہ ہونا اپنی خوش نصیبی تصوّر کریگی ۔ ہاں اگر تم تنہائی کی زندگی ہی بسر کرنا چاہتے ہو ۔ تو شاہی محل میں آجاؤ ۔ یہاں تمہارے لئے ہر طرح کا آرام میسّر ہوگا ۔ میں خود نہیں جانتا کہ میں تمہاری طرف کیوں کھچا جا رہا ہوں ۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ہر وقت میرے پاس ہی بیٹھے رہو "

اس کی آواز میں محبت تھی اور شیرینی ۔ اس کی آنکھوں سے جذباتِ شوق نمایاں تھے ۔ جبیب کا کلیجہ دھک سے رہ گیا ۔ کہیں تیمور راز سے واقف تو نہیں ہوگیا ۔ اس خیال سے اس کے چہرہ پر زردی سی چھاگئی ۔ مگر جلدی ہی اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا :۔

" آپ کے اس احسان کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں لیکن محل میں میرا رہنا مشکل ہے "

" کیوں ؟ تیمور نے دریافت کیا ۔

" اس لئے کہ جہاں دولت ہوتی ہے وہاں لوٹ کا خطرہ ہوتا ہے ۔ اور زیادہ قدر افزائی دشمن پیدا کرنے کا سبب "

" کیا تمہارا بھی کوئی دشمن ہوسکتا ہے ، جبیب" !

" ہاں ۔ میں خود ہی اپنا دشمن ہوسکتا ہوں" جبیب نے جوابدیا

تیمور کی دلائل بیکار ثابت ہوئیں ۔ وہ کچھ سوچتا ہوا چلا گیا ۔ جبیب نے اطمینان کا سانس لیا ۔ اس کا راز ابھی تک محفوظ تھا ۔

مغربی حصہ میں بغاوت ہو گئی ۔ حبیب تیموری افواج لیکر بغاوت کو فرو کرنے کے لئے روانہ ہو گیا ۔ یہ علاقہ عیسائیوں کا مسکن تھا لیکن مسلمانوں نے بزورِ شمشیر فتح کر کے غلام بنا لیا تھا ۔ عیسائیوں پر نہ صرف جزیہ عائد کر دیا گیا بلکہ گرجوں میں گھنٹہ بجانے کی بھی ممانعت ہو گئی ۔ عیسائی دنیا میں ہلچل مچ گئی اور وہ اپنے جائز حقوق کی حفاظت کے لئے لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے ۔

حبیب کئی روز تک اس مسئلہ پر غور کرتا رہا ۔ بالآخر وہ عیسائیوں کے پاس پہنچا ۔ جزیہ معاف کر دیا اور گرجوں میں گھنٹہ بجانے کی اجازت دیدی ۔ مسلمان لشکر نے سُنا ۔ فوراً باغی ہو کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا ۔ حبیب بھی اب قلعہ بند تھا اور صداقت کے لئے لڑنے پر تیار ۔

تیمور کو حبیب کی خبر نہ پہنچنے سے مایوسی ہوئی ۔ بالآخر ایک قاصد پہنچا اور زمین بوس کرتے ہوئے عرض کی :۔

"جزیہ معاف کر دیا گیا جہاں پناہ"

"معاف کر دیا گیا ۔ کس کے حکم سے" تیمور نے دریافت کیا ۔

"وزیر صاحب کے حکم سے' اور ساتھ ہی گرجوں میں گھنٹہ بجانے کی اجازت دے دی گئی ہے"

"پھر" تیمور کانپ اُٹھا

"وزیر صاحب کافروں سے مِل گئے ہیں اور آپ سے باغی ہو چکے ہیں ۔ اسلامی لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ہے"

تیمور جوشِ غضب سے کانپنے لگا ۔

"قلعہ کا محاصرہ کر لیا ہے اور جبیب کو قتل کرنے پر تُلے ہوئے ہیں"
وہ دیوانہ وار عالم اضطراب میں کمرہ کے اندر ٹہلنے لگا۔ یکایک وہ پھر قاصد کی طرف پلٹا۔

" جبیب کافروں سے جا ملا ہے۔ تم جانتے ہو کافر کسے کہتے ہیں ؟
——— کافر وہ ہے جو مظلوم اور کمزور کو تنگ کرے۔ جو دوسروں کے جائز حقوق پر چھاپہ مارے۔ جو دوسروں کی آزادی سلب کرے۔ سُنتے ہو۔ بدذات۔ نکل جاؤ اِسی وقت"

تیمور منزلیں مارتا بغاوت زدہ علاقہ میں جا پہنچا۔ جبیب نے سُنا۔ وہ بھی بے بس ہو گیا۔ عیسائیوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ وہ تیمور کے انتقام اور غصّہ سے ناواقف نہیں تھے۔ لیکن ان کے تمام اندیشے بے بنیاد ثابت ہوئے۔ قلعہ کا محاصرہ اٹھا لیا گیا اور تیموری افواج نے صلح کا سفید جھنڈا ہوا میں لہرایا۔

جبیب عیسائی زعما کو ساتھ لے کر قلعہ سے باہر نکلا اور تیمور کے قدموں پر گر پڑا۔ تیمور نے اس کو اُٹھا کر گلے سے لگاتے ہوئے کہا :
"کیا تم لڑنے پر آمادہ تھے جبیب" ؟
"ہاں، اصول اور صداقت کے سامنے تیمور کی بھی کچھ وقعت نہیں"
تیمور کے چہرے پر مسکراہٹ پیدا ہوئی۔ جبیب تڑپ کر اس کی آغوش سے علیحدہ ہٹ گیا۔

ایک ہی دن میں نقشہ پلٹ گیا۔ تیمور واپس چلا گیا اور عیسائیوں کا علاقہ عیسائیوں کو مل گیا ٭

شام کا وقت تھا۔ تیمور اور حبیب سبزہ کے فرش پر بیٹھے محوِ تکلم تھے ٭
"میں دل کی ایک بات کہنا چاہتا ہوں حبیب" تیمور نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے کہا۔
حبیب دھڑکتے ہوئے دل سے بولا :۔
"میں حاضر ہوں جہاں پناہ"
"اب تم اِس وسیع سلطنت کو سنبھالو۔ تمہیں اِس کے مالک ہو۔ مجھے اب یادِ خدا کی اجازت دو"
"منظور ہے" حبیب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ٭
"خدا تمہیں سلامت رکھے" تیمور نے اطمینان بھرے لہجہ میں کہا ٭
ایک لحظہ کے سکون کے بعد حبیب بولا :۔
"لیکن اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ حبیب ایک عورت ہے"
"تو وہ میرے دل کی ملکہ بھی ہو سکتی ہے" تیمور نے ہنستے ہوئے کہا۔
"آپ کو بالکل حیرت نہیں ہوئی؟" حبیب نے شرماتے ہوئے پوچھا
"نہیں۔ کیونکہ میں قسطنطنیہ میں ہی تمہیں پہچان گیا تھا"
حبیب نے شرم سے نگاہیں جھکا لیں۔ تیمور نے اُسے اپنی آغوش میں لے کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا :۔

"کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ حبیب؟"

"یہ آپ اپنے دل سے پوچھیں" حبیب نے مجنونانہ انداز میں جواب دیا۔

دوسرے دن تمام تاتار اور ترکستان میں یہ خبر پھیل گئی۔ چاروں طرف خوشی و مسرت کا اظہار کیا گیا۔ بڑی دھوم دھام سے تیمور اور حبیب ازدواجی رشتہ میں منسلک کر دیئے گئے۔ حبیب احمیدہ بانو بیگم کے نام سے پکاری جانے لگی ❖

یونانی پھول

چندر گپت کی محبوبہ

(جناب گوہر رام نگری ایڈیٹر "چاند")

(۱)

شعر، مصوری اور تخیل کے اشتراک عمل سے جو تصویر حسن بن سکتی ہے ہیلن اس کی زندہ تمثیل تھی - وہ شباب کی تمام تر رعنائیوں کی مالک تھی - ہاں یہی ہیلن اور اس کا باپ جرنیل سیلوکس ویرورشل سے برسر پیکار رہتے - وہ اتنی مسافت طے کر کے بھارت ورش کو فتح کرنے کے لئے آئے تھے - اور ویرورشل ——— اپنی جنم بھومی، اپنی ماتا کی غلامی کی زنجیروں کو کاٹنے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا ؎

انہی ایام کا ذکر ہے - یونانی حسینہ، تن تنہا مردانہ لباس میں سیر کو گئی - ایک شیر سے سامنا ہو گیا - اس نے گھوڑے سے کھینچکر زمین پر ٹپک دیا چیخ، اک دلدوز چیخ فضا میں بلند ہوئی اور ساتھ ہی ایک مضبوط ہاتھ کے وار نے شیر کا سر تن سے جدا کر دیا - اس نے سر اٹھا کر اپنے محسن کی طرف دیکھا -

"میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں نوجوان ہندوستانی"

"شکریہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ تو ہر بھارتی کا فرض ہے" ورشل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

ورشل نے نوجوان یونانی کے خوبصورت چہرہ پر نگاہ ڈالی۔ اس کے دل میں ایک شبہ نے سر اُٹھایا اور جلدی ہی یہ شبہ یقین کی صورت اختیار کر گیا۔ ہیلن کی باریک وشیریں آواز اس کے راز کے چھپانے میں قطعی ناکام رہی ⁂

(۲)

ہندوستانی نوجوان کی شکل وصورت نے یونانی ساحرہ کو مسحور کر لیا اس کا اک اک لمحہ اضطراب و بے چینی میں گزرنے لگا۔ اس کے دل میں اک درد۔ اک میٹھی میٹھی تڑپ پیدا ہو گئی۔ جوں جوں اُسے بھولنے کی سعی کرتی تھی یہ نقش زیادہ گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ آہ محبت! محبت جس کو وہ ایک مہمل لفظ تصور کرتی تھی۔ آج پوری شدت سے غلبہ پا چکی تھی۔ وہ سرتا پا رعنائی محبت وعشق کے رنگ میں رنگی جا چکی تھی ⁂

انتظار کی خلش زا گھڑیاں بیقراری میں گزرنے لگیں۔ شام کا وقت تھا۔ وہ اپنے محبوب کے تصور میں محو تھی۔ اچانک گھوڑوں کے سموں کی آواز آئی خیالات کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ نظر اُٹھا کر دیکھا۔ خوشی وغم کی ایک ملی جلی لہر چہرے پر دوڑ گئی۔ ورشل قیدی کی حالت میں جھومتا چلا آ رہا تھا۔ دونوں کی نگاہیں چار ہوئیں۔ ایک لحظہ کے لئے ہر دو ٹھٹک گئے۔ نگاہوں ہی نگاہوں میں کچھ اشارے ہوئے —— چاروں طرف عالمگیر تاریکی مسلط تھی۔ خیمے کا پردہ اُٹھا۔ ہیلن ہاتھ میں چراغ لئے دبے پاؤں اندر داخل ہوئی۔ مدھم مگر محبت

بھری آواز میں بولی :-

"بہادر قیدی"

"کون ؟ ـــــ تم" قیدی نے حیرت سے سر اُٹھا کر پوچھا -

"اس وقت باتیں کرنے کا موقع نہیں، نوجوان" ہیلن نے متجسّس نگاہوں سے باہر تاریکی میں دیکھتے ہوئے کہا -

ورشل نے کوئی جواب نہ دیا - اس کی نظریں ہیلن کے خوبصورت اور بے داغ چہرے پر جمی ہوئی تھیں جو چراغ کی جھلملاتی ہوئی روشنی میں اور بھی دلکش اور موہنا ہو گیا تھا - اس نے اس کے نازک طلائی ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا :-

"تمہارا نام ؟"

"ہیلن ـــــ اور تمہارا ؟" نوجوان دوشیزہ نے شرماتے ہوئے کہا :-

"ورشل" نوجوان نے جواب دیا اور باہر نکل تاریکی میں غائب ہو گیا ۔

یہ اُنکی کتاب محبت کا پہلا ورق تھا ۔

(۳)

ورشل کا نام چاروں طرف گونج رہا تھا - اس کے پے در پے حملوں نے سکندر، باہمت جرنیل سکندر کو واپس جانے پر مجبور کر دیا - وہ سپاہی جو یونان سے بے کھٹکے بڑھے چلے آ رہے تھے - بیاس کے کنارے پہنچ کر ختم ہو گئے - یونانی افواج دریائے چناب کو عبور کر رہی تھیں - اچانک چاروں طرف

کالی گھٹائیں چھا گئیں ۔ بادل کی گرج، بجلی کی چمک، صاعقہ کی تڑپ نے ایک ہیبت ناک منظر پیدا کر دیا ۔ کشتیاں کھلونوں کی طرح پانی میں ناچنے لگیں سپاہیوں کی چیخ پکار اور ہاؤ ہو کی آوازیں آنے لگیں ۔

ورشل کنارے پر پہنچا، فرطِ ہمدردی سے اس کا دل بیتاب ہو گیا، یکایک اس کے کانوں میں "مدد" کی آواز آئی ۔ یہ وہی شیریں آواز تھی جو ہر وقت اس کے کانوں میں گونجا کرتی تھی ۔ وہ دیوانہ وار دریا میں کودا اور ہیلن خوبصورت و نازک یونانی ساحرہ کو اپنی پشت پر اٹھا لیا ۔

ہیلن نے نیم بیہوشی کی حالت میں کہا ۔ "ورشل ؟"

"تم کتنے بہادر ہو اور خوبصورت ورشل" ہیلن نے اپنی آدھ کھلی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا :۔

"اور تم ؟" ورشل نے مسکراتے ہوئے پوچھا ۔

یہ سن کر اس نے اس کی چھاتی میں منہ کو چھپا لیا اور لرزتی ہوئی آواز میں کہا :۔

"مجھے تم سے محبت ہے ورشل"

"اور مجھے بھی" ورشل نے کمزور آواز میں جواب دیا ۔ چاروں طرف طلاطم خیز امواج اُمڈ رہی تھیں ۔ مگر یہ پرستارانِ محبت دنیا و مافیہا سے بے خبر ایک عجیب حظ اور لذت محسوس کر رہے تھے ۔

ہیلن شدتِ جذبات، شدتِ محبت اور وفورِ مسرت سے بیہوش ہو گئی ۔

(۴۴)

سکندر نے سانگلہ پر حملہ کر دیا ۔ سینکڑوں آدمی ہلاک ہو گئے ۔
معرکہ کا رن پڑا ۔ ویہ ورشل کے تیر اندازوں نے یونانی افواج میں تہلکہ
مچا دیا ۔ مگر میدانِ جنگ سے منہ پھیرنا موت کے مترادف تھا ۔ وہ وطن سے
ہزاروں میل دُور بیٹھے تھے ۔ آخر بھاگ کر جائیں بھی تو کہاں ۔ جی توڑ کر مقابلہ
کیا ۔ ورشل کے مختصر رفقا مارے گئے اور وہ گرفتار کر لیا گیا ——— سکندر
بہادر تھا ۔ بہادر دشمن کی قدر کرنا جانتا تھا ۔ مگر اس وقت اجوشِ غضب سے
دیوانہ ہو رہا تھا ۔ ناکامی و مایوسی کے تخیل و احساس نے اسے خونخوار بنا دیا
تھا ——— ورشل کے قتل کا حکم دے دیا گیا ؎

زندان میں قیدی کی آخری رات تھی ——— پھر نصف شب کو جبکہ
پہرہ دار خوابِ غفلت میں محو تھے ۔ ہیلن کمرہ میں داخل ہوئی ۔ اسکا رنگ
زرد ہو چکا تھا ۔ اس پر اس وقت اک ہیجان انگیز کیفیت طاری تھی ۔ وہ
بیتابانہ ورشل سے چمٹ گئی ۔ ورشل کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے
اس نے اپنی محبوبہ کو چھاتی سے لگاتے ہوئے کہا "میں بڑا خوش قسمت ہوں
ہیلن ۔ بس صرف تمہیں دیکھنے کی ہی خواہش تھی ۔ جاؤ ۔ خوشی و اطمینان
سے اپنی زندگی بسر کرو ۔ میری فکر نہ کرو ۔ میری زندگی سپھل ہو گئی ۔ میں اپنے
مشن میں کامیاب ہو چکا ہوں ۔ آج میرا وطن آزاد ہے ۔ وہ تمہارے ہموطنوں
کی دست برد سے بالکل محفوظ ہے ۔ میں ہنستا ہوا یونانی تیروں کا نشانہ بنونگا"
"ایسا نہ کہو ورشل ۔ تم زندہ رہو گے ۔ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں گزند

نہیں پہنچا سکتی۔ ایک با وفا دوشیزہ کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں" ہیلن نے روتے ہوئے کہا۔

"تم یونان جا رہی ہو ہیلن" ورشل نے اپنی دھوتی کے پلّہ سے روتی ہوئی خوبصورت تصویر کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا :-

"میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جا رہا ہے۔ ورشل، تمہاری جدائی کا احساس ہی مجھے دیوانہ بنائے جا رہا ہے، یہ نہ سمجھو۔ میں یہاں نہیں رہ سکتی میں تمہارے لئے اپنا وطن، اپنی دولت، سب کچھ چھوڑ سکتی ہوں مگر ———" وہ زار و قطار رونے لگی۔

"مگر کیا ہیلن ؟"

اپنے بوڑھے باپ کو نہیں چھوڑ سکتی۔ میری جدائی اسے ہلاک کر دیگی۔ ورشل، ورشل، مجھے معاف کر دو۔ میں تمہیں چاہتی ہوں اور آخری دم تک تمہاری رہوں گی۔ میں تمہارے نام کا سمرن کروں گی۔ یہ کہتے کہتے اس کی گھگی بندھ گئی ؛

صبح کی روشنی نے دونوں کو چونکا دیا۔ دونوں کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ رہے تھے۔ ایک دوسرے کو محبت کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے رخصت ہوئے اور اپنے خیال کے مطابق ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ ورشل کے قدم لڑکھڑا رہے تھے اور ہیلن پر غشی طاری تھی ؛

(۵)

طائر وقت محو پرواز تھا۔ ہفتوں سے مہینے اور مہینوں سے سال ہو

گئے۔ سکندر اپنے وطن بھی نہ پہنچنے پایا۔ بابل کے مقام پر دارِ فانی سے رحلت کر گیا۔ پنجاب اور کابل اس کے جرنیل سیلوکس کے حصے میں آئے ——— اس وقت ویر ورشل چندرگپت کے لقب سے نند خاندان کو ختم کر کے پاٹلی پتر کے تخت پر بیٹھ چکا تھا۔ اب یہ بتانے کی کوئی ضرورت نہیں کہ سیلوکس کے کہنے پر ہیلن اور چندرگپت کی شادی ہو گئی۔ چندرگپت اس شادی پر آمادہ نہ تھا۔ مگر سیاسی مصلحتوں کی بنا پر انکار نہ کر سکا ؂

وصال کی شبِ اولین تھی۔ چاروں طرف عشق افروز چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ مگر چندرگپت اور ہیلن ہر دو دلوں میں یاس کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ہیلن صورتِ تصویر نہ معلوم کن خیالات میں غرق تھی۔ ورشل کی یاد اس کے سینہ میں برچھیاں چبھو رہی تھی ——— چندرگپت ہندوستان کا ذی شان شہنشاہ الگ اپنے خیالات میں محو تھا۔ ہیلن نے سر اُٹھا کر اپنے خاوند کو دیکھا۔

وہی شکل، وہی صورت، وہی مضبوط اور خوبصورت گٹھیلا بدن، اُس کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا۔ وہ وفورِ مسرت سے چلا اُٹھی

"ورشل ———"

چندرگپت بڑبڑا اُٹھا، اپنی محبوبہ، اپنے تخیل کی ملکہ کو سامنے دیکھ کر اُسے محض اِک خواب سمجھا۔ آنکھیں موندلیں۔ ہاتھوں کو رگڑا مگر یہ خواب نہ تھا۔ بلکہ عالمِ بیداری، دونوں عالمِ وارفتگی میں ایک دوسرے سے چمٹ گئے اُن کی مسرتیں انتہا کو پہنچ گئیں ——— ؂

طوفانِ محبّت

بالشویک حکومت کا بانی لینن قلی کے لباس میں محبوبہ کے قدموں میں

(از خوشتر)

(۱)

گرمی کا موسم تھا اور شام کا وقت - قہوہ خانہ آدمیوں سے بھرا ہوا تھا - شراب کے دَور چل چکے تھے اور دِن بھر کے تھکے ماندے مزدور حسین عورتوں کو بغل میں لئے سب کچھ بھول بھال کر رقص سے لطف اُٹھا رہے تھے لیکن ایک نوجوان اس تمام ہڑبونگ سے الگ اور گردوپیش کے حالات سے بے نیاز کمرے کے شمالی گوشہ میں بیٹھا تھا - وہ دنیا ومافیہا سے بے خبر اپنے خیالات کی گہرائیوں میں کھویا ہوا تھا ؛

آخر رقص ختم ہوا - تمام مزدور ایک ایک کر کے چلے گئے - مگر وہ نوجوان اسی طرح سر جھکائے بیٹھا تھا - یکایک اس نے سر اُٹھایا اور کھل کھلا کر ہنس پڑا - اس کی ہنسی نے ایک نوجوان لڑکی کو اپنی طرف متوجہ کر لیا - جو کمرے

کے دوسرے گوشہ میں بیٹھی قہوہ کا انتظار کر رہی تھی - دونوں کی نگاہیں ملیں - اور مِل کر جھُک گئیں - لیکن دِلوں میں طوفان بپا ہو گیا - لڑکی کے چہرے پر شرم و حیا کی سُرخی دوڑ گئی - اور نوجوان دریائے حیرت میں غوطے کھانے لگا - لڑکی بلا کی حسین تھی - اس کی آنکھوں میں شفق کی سی سکون سوز سُرخی اور لبوں پر دلآویز مسکراہٹ تھی اور نوجوان مردانہ حسن کے ساتھ ہمت و استقلال کا پُتلا معلوم ہوتا تھا ؎

(۲)

کچھ عرصہ بعد ناچ گھر میں ؎

پولا نیگری ناچ رہی تھی اور لوگ حیرت سے بت بنے ہوئے تھے - اس کے پاؤں کی ایک ایک حرکت پر سینکڑوں دل پامال ہو رہے تھے - ایک ایک اشارہ جنون انگیز جذبات کا مخزن بن رہا تھا - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ محفل میں گوشت پوست کے بنے ہوئے انسان نہیں بیٹھے بلکہ تصویریں رکھی ہوئی ہیں ؎

اس وقت پہلی قطار کی ایک بنچ پر سے ایک نوجوان اُٹھا - رقاصہ کی نظر اس پر پڑی اور وہ نقش بدیوار بن کر رہ گئی - رقص ختم ہو گیا اور سب لوگ حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے -

پھر اُسی قہوہ خانہ میں -

روسی کمیونسٹوں اور انقلاب پسندوں کا خفیہ جلسہ ہو رہا تھا - تھوڑی دیر کے بعد بات چیت ختم اور جلسہ برخاست ہو جانے پر سب لوگ مختلف دروازوں سے باہر نکل گئے - اچانک اُن کے سرغنہ کے شانے پر کسی نے ہاتھ رکھا - اس

نے گھبرا کر پیچھے کی طرف دیکھا تو وہی حسین رقاصہ سامنے کھڑی تھی ؛

نوجوان نے پوچھا "میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں ؟"

حسینہ نے دلکش اور شیریں آواز میں جواب دیا "شکریہ ! صرف ملاقات کی خواہش تھی"

نوجوان اس لڑکی کی بے باکی پر حیران تھا - اچانک اس کے دل میں ایک شبہ نے سر اُٹھایا - لیکن دوسرے ہی لمحہ نوجوان کا اطمینان ہو گیا - یہ معصوم صورت حسینہ جاسوسہ نہیں ہو سکتی تھی ؛

دونوں نے خود ہی اپنا اپنا تعارف کرایا - حسینہ مشہور و معروف ایکٹرس پولا نیگری تھی اور نوجوان بالشویک حکومت کا بانی لینن - چند ملاقاتوں میں دونوں بے تکلف ہو گئے - لیکن ملاقاتوں کا سلسلہ دیر تک قائم نہ رہ سکا لینن کو جان بچانے کے لئے کہیں بھاگ جانا پڑا ؛

(۴)

تین سال گزر گئے -

روس میں کمیونسٹوں اور انقلاب پسندوں کی سرگرمیاں زوروں پر تھیں - اُدھر زار روس کا آہنی قانون بھی زور شور سے حرکت میں آ چکا تھا - اس کے حکم سے سینکڑوں غریب مزدور اور کسان گولیوں کا نشانہ بنا دیئے گئے - مگر لینن ابھی روپوش تھا - زار کے سپاہی اس کی تلاش میں تھے اور وہ جنگلوں اور پہاڑوں کی غاروں میں سر چھپاتا پھر رہا تھا ؛

اس وقت پولا کی حالت ناگفتہ بہ تھی - وہ حرمان نصیب اپنے محبوب

کی فرقت میں سوکھ کر کانٹا ہو گئی تھی۔ ہوتے ہوتے لینن کو بھی اِس حال کی خبر ہو گئی۔ بیقرار ہو گیا اور گرفتاری کے خوف اور زار کے مظالم سے بے پروا ہو کر شہر میں آدھمکا۔

پولا گھٹنوں پر سر رکھے یادِ محبوب میں کھوئی ہوئی تھی کہ کسی نے کمرے میں داخل ہو کر اسکے شانے پر ہاتھ رکھا۔ پولا نے سر اٹھا کر دیکھا۔ مُنہ سے ایک بار "پیارے لینن" نکلا اور تڑپ کر اسکے سینے سے چمٹ گئی۔ دیر تک یہ محبّت کے بندے ایکدوسرے سے چمٹے رہے۔ پولا کو ہوش آیا تو لینن کہہ رہا تھا۔

"پولا! تمہاری محبّت مجھے یہاں کھینچ لائی ہے۔ لیکن پولیس تعاقب میں ہے۔ اچھا۔ الوداع!"

وہ باغ کی دیوار پھاند کر نظر سے اوجھل ہو گیا اور پولا کلیجہ تھام کر رہ گئی۔ دیر تک دیوانوں کی طرح دیکھتی رہی۔ اِس قدر طویل فرقت کے بعد اتنی مختصر ملاقات اِس بیچاری کے رنج و غم میں مزید اضافہ کا باعث ہوئی۔

(۵)

پولا وطن مالوف کو ہمیشہ کے لئے الوداع کہہ کر جنیوا جا رہی تھی اس کے محبوب کا یہی حکم تھا۔ لینن اور پولا کے تعلقات کی پولیس کو خبر ہو چکی تھی اس لئے پولا کی زندگی بھی محفوظ نہ تھی۔ تیاری ہو چکی تھی۔ لیکن پولا کو لینن سے ملاقات کئے بغیر جانا منظور نہ تھا۔

آدھی رات کا وقت تھا۔ لینن دبے پاؤں پولا کے کمرے میں داخل

ہوا۔ اس کے بال اُلجھے ہوئے تھے۔ کپڑے پھٹ رہے تھے۔ چہرہ پر خراشوں کے نشانات اور خون کے دھبوں سے ظاہر تھا کہ اُسے کوئے یار تک پہنچنے میں بہت جدوجہد کرنی پڑی ہے۔

"پولا۔ میں بیان نہیں کرسکتا کہ مجھے تم سے کس قدر محبّت ہے۔ لیکن . . . . . . "

پولا نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔ "لیکن کیا؟"

"تم کو حوصلہ سے کام لینا چاہیئے پولا۔ تم مجھے بھول جاؤ۔ ہمیشہ کے لئے بھول جاؤ۔ تمہیں میری محبّت کا واسطہ۔ میرا خیال دل سے نکال دو"۔

پولا فرطِ حیرت سے سہم گئی "تم کیا کہہ رہے ہو لینن؟ میں پاگل ہوئی جاتی ہوں۔ تم سے جدا ہوکر میں زندہ نہ رہ سکوں گی"

"پگلی نہ بنو پولا" یہ کہہ کر لینن نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

پولا زار زار رو رہی تھی۔ اس نے سسکیوں سے گھٹتی ہوئی آواز میں کہا "یہ نہیں ہوسکتا پیارے۔ میں تمہیں کبھی نہیں بھول سکتی۔ تم نہیں جانتے کہ مجھے تم سے کتنی محبّت ہے"؟

لینن نے استقلال بھرے لہجہ میں کہا "میں سب کچھ سمجھتا ہوں لیکن پولا۔ تمہیں مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہوگا"

پولا نے آنکھوں کو اُوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔ "کہو۔ میں کیا کرسکتی ہوں؟"

"یہی کہ مجھے بھول جاؤ۔ میرے لئے اپنی زندگی برباد نہ کرو۔ اور

کسی نوجوان سے شادی کر لو "

پولا ایثار اور قربانی کے اِس دیوتا کی طرف حیرت سے تکنے لگی۔ اُس کے منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا ؛

(۶)

دوسرے دن پولا صبح کی گاڑی سے جبنیدا جانے کے لئے سٹیشن پر پہنچی۔ تلی نے اسباب کمرے میں رکھ کر چاروں طرف نظر دوڑائی اور کسی کو نزدیک نہ پا کر یوں گویا ہوا :-

" پولا۔ تم آرٹسٹ ہو۔ بہت جلد دنیا میں تمہارے کمالِ فن کا سکّہ بیٹھ جائے گا۔ لیکن میرا راستہ تم سے بالکل الگ ہے۔ میں نہیں جانتا۔ یہ راستہ مجھے کہاں لے جائے گا۔ شاید تمہارے والد کی طرح سائبیریا میں مرنے کے لئے لے جائے۔ لیکن میں اپنی سرگرمیوں کو ترک نہیں کر سکتا۔ اِس لئے ایک مرتبہ پھر کہتا ہوں کہ مجھے بھول جاؤ۔ مجھ ایسے خانماں برباد اور آوارہ شخص کے لئے اپنی زندگی برباد نہ کرو "

پولا کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ لینن نے اُس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا :-

" حوصلہ کرو پولا۔ میرے ہاتھ سے استقلال کا دامن چھوٹا جا رہا ہے۔ میں جذبات کے سمندر میں بہا جاتا ہوں۔ لیکن مجھے تم سے محبت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ میں تمہارے شباب کی بہار کو خزاں میں تبدیل نہیں کر سکتا۔ تم اُمنگوں بھرے دل والی نوجوان دوشیزہ ہو۔

اَور میں محض ایک بدقسمت انقلاب پسند ہوں - ہر شخص میری جان کا لاگو ہو رہا ہے - یوں سمجھو کہ میرا دماغ خراب ہو رہا ہے - مجھ پر ایک جنون کی سی کیفیت طاری ہے - لیکن جب تک ملک آزاد نہیں ہو جاتا - یہ جنون دُور نہ ہوگا - مگر اس کے باوجود تمہاری یاد مرتے دم تک دل سے دُور نہ ہوگی - اچھا . . . . . خدا حافظ "

یہ کہہ کر وہ چھلانگ مار کر گاڑی سے نیچے اُترا اور دیوانوں کی طرح اپنی پھٹی ہوئی ٹوپی ہلاتا بھاگ کر دُور درختوں کے پیچھے روپوش ہو گیا ؛

یہ پولا اور لینن کی آخری ملاقات تھی ؛

زہرِ عشق

دادا اور پوتا ایک ہی حسینہ کے قدموں میں
چنگیز خان کی خودکشی

(روسی سے براہِ راست ترجمہ)

(۱)

خون آشام، درندہ خو چنگیز، آتش وخون کے بے پناہ سیلاب میں قہقہے لگانیوالا سنگدل تاتاری، ہزار ظالم سہی۔ مگر پھر بھی انسان تھا۔ پہلو میں دل رکھتا تھا۔ ایسا دل جسمیں خدائے عشق کا تیر ترازو ہو چکا تھا وہ ایک کافر اداکاسک حسینہ پر دم دیتا تھا ؛

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب چنگیز خان عمر کے اس حصہ میں پہنچ چکا تھا۔ جہاں عشق ومحبت کے جذبات سرد ہو جاتے ہیں مگر اس کے کوہِ وقار جسم میں جذبات کی آگ ہنوز روشن تھی۔ وہ اب بھی ایک الھڑ نوجوان کی طرح شباب ومحبت کے کیف سے لطف اندوز ہوتا تھا۔ محل میں لاتعداد کنیزیں تھیں اور چنگیز اُن سب کا معبود بنا ہوا تھا۔ عورتیں ہمیشہ بہادر اور

شجاع مرد سے محبّت کرتی ہیں - خواہ اس کے چہرے پر جھریاں ہی کیوں نہ ہوں - مردوں کا حسن اُن کی بہادری اور فیاضی میں پوشیدہ ہے - نرم کھال اور گلابی رُخساروں کے پیچھے مردانہ حُسن تلاش کرنا بے سود ہے ۔

وہ سب کی سب اُسے چاہتی تھیں - لیکن چنگیز خان کا دل کا سک کافرہ کی نذر ہو چکا تھا - وہ اپنے دل کی پوری قوت کے ساتھ' اس حسینہ سے محبّت کرتا تھا - وہ اکثر' اس برج میں حسینہ کے ساتھ چاند کی سیر کرتا' جہاں سے دریائے جیحوں کی نیلگوں موجوں کا نظارہ ہو سکتا تھا - اس برج میں ہر وہ نعمت جمع کر دی گئی تھی جس سے عورتیں اپنی زندگی کو خوشگوار بنا سکتی ہیں - انگور کے پُرکیف رس' لذیذ مٹھائیاں - زربفت اور کمخواب کے پردے - سونے چاندی کے کھلونے - انواع و اقسام کے قیمتی پتھر' دُور دراز ملکوں کے خوبصورت گانے والے پرندے' اور سب سے بڑھکر عمر رسیدہ خان کی گرم اور جوان محبّت :

وہ کئی کئی دن تک اس برج میں بیٹھا ہوا اس کی باتیں سُنتا اور اس کے منہ کو تکتا رہتا تھا ۔

اب وہ اپنی ہنگامہ خیز زندگی کی تھکن سے چور چور ہو کر سستا رہا تھا اس کا دل مطمئن تھا کہ اس کا جواں سال پوتا ہلاکو خان اس آہن میں لپٹی ہوئی وسیع سلطنت کے اقتدار کو قائم رکھ سکیگا - وہ اس وقت تک مختلف ملکوں میں تاتاری حکومت کا خوف' جلے ہوئے شہروں کی راکھ' بے جان جسموں اور بہتے ہوئے خون کی صورت میں قائم کر چکا تھا - یقیناً وہ ایک

زبردست حکمران ثابت ہوگا ؛

(۸)

ایک دفعہ جب ہلاکو خان روس کو تاراج کرکے لوٹا۔ تو اس کے اعزاز میں ایک بہت بڑا جشن منایا گیا۔ سلطنت کے دور دراز گوشوں سے باجگذار خان اور بیگ اُس جشن میں شریک ہوئے، دعوتیں اُڑیں اور طرح طرح کے کھیل کھیلے گئے۔ تاتاری سرداروں نے اسیرانِ جنگ کی سہمی ہوئی آنکھوں پر تیر چلا چلا کر اپنی نشانہ بازی کا ثبوت دیا۔ اپنے بازوؤں کی طاقت اور تلواروں کی دھار کا امتحان نہتوں کی گردنوں پر کیا۔ پھر اُنہوں نے ہلاکو خان کی بہادری، اس کے دشمنوں کی ہراسانی اور خوفناک تاتاری جھنڈے کی سلامی کے لئے پے در پے جام لنڈھائے ؛

عمر رسیدہ چنگیز اپنے پوتے کی کامیابیوں پر بہت مسرور تھا۔ اُس نے انگور کی شراب کا ایک بڑا جام بلند کرتے ہوئے کہا "میری آنکھوں کی ٹھنڈک، میرے بیٹے! مانگ تو اپنے دادا سے کیا مانگتا ہے۔ کہہ دے اور تری آرزو پوری کردی جائے گی"

بوڑھے خان کی آواز ابھی گونج رہی تھی کہ ہلاکو خان اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اس کی آنکھیں سیاہ اور چمکدار تھیں۔ اس سمندر کی مانند جس پر رات چھا گئی ہو۔ اُن میں ایک آگ تھی جیسی کوہستان کے کسی عقاب کی آنکھوں میں ہو۔ اس نے کہا :-

"دنیا کے تاجداروں کے شہنشاہ! میں تجھ سے وہ کانسک کنیز مانگتا

ہوں !"

چنگیز چپ رہ گیا مگر صرف اتنی دیر کے لئے، جس میں اپنے دل کی کپکپی کو رفع کر لے۔ آخر اس نے کہا "لے لے تو اس جشن کے خاتمہ پر لے سکتا ہے"

بہادر ہلاکو کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ اس کی عقابی آنکھیں مسرت سے اور بھی چمک اُٹھیں۔ وہ تن کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے خان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"فاتح اعظم! شہنشاہ!! میرے بابا!!! میں جانتا ہوں۔ تو مجھے کیا دے رہا ہے۔ ہاں میں جانتا ہوں۔ تیرا بیٹا تیرا غلام ہے۔ میرے خون کا ایک ایک قطرہ تیرے لئے وقف ہے۔ اگر میری سو جانیں بھی ہوں۔ تو سب تجھ پر نچھاور!"

خان نے کہا "مجھے کوئی چیز درکار نہیں"

اور وہ سفید سر، جسمیں دُنیا کو اس سرے سے اِس سرے تک تہ و بالا کر دینے کا سودا بھرا ہوُا تھا۔ اس کے سینہ پر جُھک گیا۔

دعوت بہت جلد ختم ہو گئی۔ دونوں محل سے نکل کر حرم سرا کی طرف چلے۔ وہ ساتھ ساتھ جا رہے تھے لیکن چُپ تھے۔ رات اندھیری تھی۔ نہ چاند نظر آتا تھا نہ تارے۔ وہ دیر تک خاموش رہے۔ آخر چنگیز خان نے کہا۔

"سُن! میری زندگی کی روشنی اور ٹھنڈک! کیا تجھے کاسک کنیز سے محبت ہے؟ مجھے بتا، ہلاکو کیا واقعی تو اس کے بغیر نہ رہ سکیگا؟ تو میری سو کنیزیں لیلے نہیں سب کی سب لے لے۔ مگر اس کو میرے لئے چھوڑ دے"

ہلاکو نے ایک آہ بھری اور کچھ نہ کہا۔

زندگی کی کتنی راتیں میرے لئے باقی ہوں گی۔ میں چند دن اور جی لونگا۔ اِس دُنیا میں میرا بسیرا اور چند روز سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔ اور یہ روسی لڑکی میری حیات کی آخری خوشی ہے وہ مجھے سمجھتی ہے۔ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ جب وہ نہ ہوگی۔ تو پھر مجھ سے کون محبت کرے گا۔ مجھے ... ایک بوڑھے کو ... کون محبّت کریگا۔ ہلاکو اِن سب میں سے کوئی بھی نہیں۔ ایک بھی نہیں" ؂

ہلاکو نے کچھ جواب نہ دیا ؂

مجھے بتا۔ چنگیز خان نے پھر کہنا شروع کیا "میں کس طرح زندہ رہ سکونگا۔ جب مجھے خیال آئیگا کہ تُو نے اسے اپنے بازو میں لپیٹ رکھا ہے ہلاکو! ہم عورت کے معاملہ میں ہرگز باپ بیٹے نہیں رہ سکتے۔ عورت کے لئے ہم سب مرد ہیں۔ ایک دوسرے کے رقیب اور بس ؂

ہلاکو اب بھی خاموش تھا۔ دونوں حرم سرا کے دروازے پر پہنچ کر رُک گئے۔ اُن کے سر اُن کے سینوں پر جھک گئے۔

ہلاکو نے دھیمی آواز سے کہا "میں ایک مدت سے اس کے لئے اپنا دل کھو چکا ہوں"

خان نے جواب دیا "میں جانتا ہوں اور تُو بھی جانتا ہے کہ وہ تجھے نہیں چاہتی!"

ہلاکو "جب مجھے اس کی یاد آتی ہے تو میرا دل ٹکڑے ہو جاتا ہے"

چنگیز "کیا فاتح ایشیا کے سینے میں دل نہیں!"

ہلاکو بولا "با باہم دونوں کی حالت قابل رحم ہے"
خان نے سر اٹھا کر پوتے کی طرف غور سے دیکھا - اس کی آنکھوں سے
تاسف ظاہر ہوتا تھا ؛
ہلاکو نے کہا "آؤ ہم اُسے ہلاک کر ڈالیں" -
خان لمحہ بھر تک سوچتا رہا - پھر اس نے آہستگی سے کہا :-
"تُو اپنے نفس کو مجھ سے اور اس سے زیادہ عزیز رکھتا ہے"-
"ہاں اور کیا تُو بھی ایسا نہیں ہے میرے عظیم بابا"
وہ پھر خاموش ہو گئے ؛
خان درد سے نڈھال آواز میں بولا "تُو سچ کہتا ہے" اندوہ نے
بوڑھے کو بچّہ بنا دیا تھا ؛
ہلاکو "خوب تو ہمیں اُس کو ہلاک کر دینا چاہیئے"
خان نے جواب دیا "میں اس کو تجھے نہیں دے سکتا آدیوتاؤ -
میں کیسے کر سکتا ہوں"
ہلاکو - "میں اور زیادہ صبر نہیں کر سکتا - اس کو مجھے دے ڈال -
یا میرا دل سینہ سے نکال پھینک"
خان چُپ تھا - ہلاکو بولا :-
"بابا چلو ہم چل کر اس کو چٹانوں پر سے دریا میں پھینک دیں"
"ہم چل کر اُس کو چٹانوں پر سے دریا میں پھینک دیں"؟
بوڑھے خان نے اِن لفظوں کو بیدلی کے ساتھ دہرایا - اُس کی

آواز اس کے پوتے کی صدائے بازگشت معلوم ہوتی تھی ؂

دونوں حرم کے اندر داخل ہو گئے۔ جہاں وہ ایک قالین پر ابھی سو رہی تھی۔ دونوں اس کے پاس کھڑے ہو گئے اور دیر تک اس کی طرف تکتے رہے۔ بوڑھے خان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ اُس چنگیز خان کی آنکھوں سے جس کی آنکھیں قوموں کی گریہ و زاری پر مسکرایا کرتی تھیں۔ اس کے گرم گرم آنسو سفید داڑھی پر آبدار موتیوں کی طرح دمک رہے تھے۔ اور جب وہ کاسک کنیز کو جگانے لگا۔ تو اپنے دلی اندوہ کو چھپانے کے لئے اس نے دانتوں کو زور سے پیسا۔ وہ جاگ اُٹھی اس نے اپنے سُرخ لبوں کو بوڑھے خان کی طرف کھول دیا ؂

"میرے عقاب" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھی۔ مگر خان نے نرمی سے کہا "اُٹھ، تو ہمارے ساتھ چلے گی ؟"

تب حسینہ نے ہلاکو اور اُن آنسوؤں کو دیکھا۔ جو اس کے بوڑھے اور عظیم الشان خان کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ وہ معاملہ شناس تھی ایک آن میں بات کی تہ کو پہنچ گئی ؂

اس نے کہا۔ "چلو میں تیار ہوں۔ میں نہ ایک کے لئے ہوں نہ دوسرے کے لئے، کیوں یہی ہے نا۔ ہاں مضبوط دل اسی طرح فیصلہ کرتے ہیں۔ چلو، ابھی چلو"

تینوں خاموشی کے ساتھ خیموں کی طرف چل پڑے۔ ہوا فراٹے بھر رہی تھی۔ لڑکی نازک تھی۔ جلدی ہی تھک گئی۔ ہلاکو نے یہ دیکھ کر

کہ وہ پیچھے رہ جاتی ہے۔ کہا "کیا تو موت سے ڈرتی ہے؟"

اس نے جوان پر غصہ بھری نگاہ ڈالی۔ پھر اپنے پاؤں کی طرف اشارہ کیا۔ جن سے خون بہہ رہا تھا۔

ہلاکو خان نے اپنے کشادہ بازو اس کی طرف بڑھائے اور کہا:۔

"آ میں تجھے اُٹھا لوں"

لڑکی نے باہیں اپنے بوڑھے عقاب کی گردن میں حمائل کر دیں اور اس نے اُسے گود میں اُٹھا لیا۔ چنگیز خان کے لئے اس کا بوجھ ایک پھول سے بھی کم تھا۔ وہ اس کی گود میں لیٹی ہوئی اُن ٹہنیوں کو ہٹاتی جاتی تھی۔ جو خان کے راستہ میں حائل ہوتی تھیں۔

وہ دیر تک چلتے رہے۔ آخر کار جیحوں کی موجوں کا شور انہیں سُنائی دیا۔ ہلاکو جو اپنے دادا کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ یکایک بولا "مجھے آگے چلنے دے بابا۔ طبیعت مجھے اُکسا رہی ہے کہ میں اپنا خنجر تیری گردن میں پیوست کر دوں"

چنگیز خان "دیوتاؤں کی قسم بیٹا! بوڑھا باپ تجھے معاف کرتا ہے، وہ جانتا ہے عشق کیا بلا ہے؟"

(۳)

آخر طوفانی جیحوں انکے سامنے آگیا۔ وہ چٹانوں کے اوپر جُھک گئے ان کے نیچے بہت دور تک فضا تاریک تھی۔ اور لامحدود چٹانوں کے قدموں میں اندھیرے، ٹھنڈ اور خوف میں گھری ہوئی پانی کی موجیں اپنے اپنے

راگ گائے جا رہی تھیں ۔

"الوداع" خان نے حسینہ کو چومتے ہوئے کہا۔

ہلاکو نے جھک کر کہا "الوداع"

لڑکی نے نیچے جھک کر دیکھا ۔ جیحوں نے خوفناک شور مچا رکھا تھا۔ وہ ڈری اور پیچھے ہٹ گئی اور اپنے سینہ کو باہوں میں زور سے دبا لیا۔

"مجھ سے اپنے آپ گرا نہیں جاتا ۔ تم مجھے پکڑ کر نیچے پھینک دو"

ہلاکو نے پھر اپنے ہاتھ اس کی طرف بڑھائے مگر وہ خان کے بازوؤں میں چلی گئی ۔ خان نے اسے بہت پیار کیا ۔ اس کی پیشانی چومی ۔ پھر اُسے پکڑ کر ہوا میں بلند کیا اور چٹانوں سے نیچے پھینک دیا ۔

اُن کے نیچے موجوں کا ناچ اور گانا اِس قدر بلند آہنگ تھا کہ کسی نے اس کے گرنے کی آواز نہ سُنی نہ کوئی صدا اُبھری نہ کوئی چیخ بلند ہوئی خان چٹانوں پر لیٹ گیا ۔ جہاں جیحوں سیاہ بادلوں سے ملا ہوا تھا ۔ جہاں موجیں اپنے بھیانک گیت الاپ رہی تھیں اور جہاں سے تند ہوا آ کر اس کی داڑھی کے سفید بالوں کو پریشان کر رہی تھی ۔ ہلاکو اس کے قریب دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے ایک پتھر کے مجسمے کی طرح ساکت اور خاموش کھڑا تھا ۔ وقت گذر رہا تھا ۔ ہوا بادلوں کو ایکدوسرے کے پیچھے بھگائے لئے جا رہی تھی ۔ بادل تاریک اور اداس تھے ۔ اس بوڑھے خان کی طرح تاریک اور اداس جو بلند چٹانوں کے اُوپر لیٹا ہوا تھا ۔

ہلاکو نے کہا ۔ "چلو بابا محل میں چلیں" ۔

"مظہر" خان نے اِس طرح کہا گویا وہ کچھ سُن رہا ہو۔

وقت گذرتا گیا۔ موجیں بدستور شور کر رہی تھیں۔ ہوا پہلے کی طرح اب بھی چٹانوں سے ٹکراتی ہوئی گذرتی اور درختوں میں پہنچ کر چنختی چلاتی تھی۔

"بابا۔ اُٹھ گھر چلیں" ۔ ہلاکو نے پھر کہا ۔

"تھوڑی دیر اور ٹھہر"

ہلاکو نے کئی دفعہ اُسے لوٹ چلنے کے لئے کہا مگر خان نے اس جگہ سے جنبش نہ کی۔ جہاں وہ اپنی بقیہ زندگی کی اُمیدوں کو دفن کر چکا تھا، لیکن تا بہ کے، آخر وہ اُٹھ بیٹھا اور ضبط وغرور کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اس کی تیوری چڑھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک کھوکھلی آواز میں کہا۔

"ہاں چل"

وہ تھوڑی ہی دُور چلے تھے کہ خان رُک گیا۔

"لیکن ہلاکو۔ میں کہاں جا رہا ہوں؟ جب وہ جو میری جان تھی۔ جاتی رہی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ میں زندہ رہنے کی خواہش کروں؟ میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ اب مجھ سے کوئی محبت نہیں کریگا اور جب تو کسی انسان کا دامن محبت سے خالی دیکھے تو سمجھ لے کہ اسکا جینا بے فائدہ ہے"

"لیکن بابا۔ تیرے پاس دولت ہے طاقت اور شہرت ہے"

"مجھے صرف اس کی مسکراہٹ لادے اور یہ سب کچھ تو لے لے۔ یہ سب چیزیں بے جان ہیں۔ صرف محبت ہی ایک شے ہے۔ جو زندہ رہتی

ہے۔ جب انسان کی جھولی عشق ہی سے خالی ہو تو اس کے بدن میں زندگی کی تلاش بے سود ہے وہ کنگال ہے اس کی حالت پر ترس کھانا روا ہے۔ میرے بیٹے الوداع! غیر فانی دیوتاؤں کی برکتیں تیری زندگی کے ہر دن اور ہر رات پر نازل ہوں"

خان نے پھر اپنا رُخ جیحوں کی طرف پھیر لیا۔ "بابا۔ بابا" ہلاکو چلایا مگر وہ اور کچھ نہ کہہ سکا۔ اور وہ جس سے موت مسکرا رہی تھی۔ اُسے پھر اور کون روک سکتا ہے۔

"چھوڑ دے اور مجھے جانے دے"

یہ کہتا ہوا۔ ایشیا کا فاتح چنگیز خان تیزی کے ساتھ کنارے کی طرف جھپٹا اور ایک ہی جست میں اپنے آپ کو نیچے گرا دیا۔ اس کے پوتے نے اُسے روکا۔ اتنا وقت ہی نہ تھا۔ کہ اُسے پکڑ سکتا۔ جیحوں سے پھر کوئی آواز نہ اُٹھی نہ کوئی چیخ، نہ اتنے بڑے خان کے گرنے کی صدا۔ صرف بھاری موجیں اپنا دف بجا رہی تھیں اور ٹھنڈی ہوائیں بھوت اپنے بھیانک راگ گاتے چلے جا رہے تھے۔

ہلاکو دیر تک چٹانوں کے نیچے دیکھتا رہا۔ آخر کار اس نے بلند آواز سے کہا "غیر فانی دیوتاؤ! مجھے بھی ایسا ہی قوی دل دینا" اور رات کی تاریکی میں واپس لوٹ پڑا۔

انجامِ محبّت

مشہور آرٹسٹ میری پکفورڈ کی داستانِ عشق

(جناب گوہر رام نگمی ایڈیٹر "چاند")

وہ آج "محبوبۂ جہان" ہے۔ لیکن پندرہ سال پیشتر سنہری بالوں والی اِس تیتری کو کوئی جانتا ہی نہ تھا۔ اس وقت وہ کتنی معصوم، نادان اور الھڑ تھی۔ آج وہ ہزاروں انسانوں پر چھا جاتی ہے۔ لیکن کبھی زمانہ تھا کہ وہ ڈائریکٹر اور چند اداکاروں کو دیکھ کر عرق شرم و حیا میں ڈوب جاتی تھی ۔

یہ حیرت انگیز انقلاب، یہ کیف زا تبدیلی محبت و الفت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ گرفتھ کی نظر مردم شناس نے اسے گوشۂ گمنامی سے نکالا اُسے تربیت دینا شروع کی۔ لیکن فوری کامیابی کی کوئی توقع پیدا نہ ہوسکی وہ ابھی بچی تھی۔ دنیا کے نشیب و فراز۔ تصنع اور بناوٹ سے قطعی بے خبر۔ جو فضا آجکل اس کے نقرئی قہقہوں سے گونج اُٹھتی ہے۔ اس وقت اس کی سسکیوں سے مغموم و پریشان ہوجاتی تھی ۔

دو سال گذر گئے -

میری بلفورڈ منزل مقصود سے ابھی کوسوں دور تھی - لیکن پھر بھی اُسے ایک فلم میں دھکیل دیا گیا ——— اُسے مکمل مایوسی ہوئی - وہ محبت کرنا نہ جانتی تھی - اظہار محبت اس کے لئے ایک بالکل نئی چیز تھی - جس کو نہ ہی اس کا دماغ سمجھتا تھا اور نہ دل محسوس ہی کر سکتا تھا - وہ عشق و محبت کی پیچیدگیوں سے قطعی لاعلم تھی - گرفتھ نے کوشش کی مگر بے سود - فطرت فطرت اور تصنع تصنع ہے - نقل کو اصل کر دکھانا ان معاملات میں تو بالکل غیر ممکن ہے —— ایک چوبی ستون بھلا اس نوخیز حسینہ کے دل میں کیا ہیجان بپا کر سکتا تھا، قریب تھا کہ گرفتھ کا پیمانۂ صبر لبریز ہو جائے کہ ایک نوجوان درمیان میں آ کودا - اس کی آمد نے گرفتھ اور میری ہر دو کی کتابِ زندگی میں ایک حیرت انگیز اور دلفریب باب کا اضافہ کر دیا ؎

یہ ارون مور تھا ؎

ارون مور نے سترہ سالہ خوبصورت لڑکی کی طرف دیکھا - دونوں کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی - آنکھوں نے دل کا اور دل نے آنکھوں کا پیام سنا - وہ کچھ سمجھی اور کچھ نہ سمجھی - لیکن دل زور زور سے دھڑکنے لگا - یہ آغازِ محبت تھا، کتنا دلفریب، کتنا دل خوش کن اور کتنا سحر آفرین - لیکن کون جانتا تھا کہ اس محبت کا انجام کس قدر حوصلہ شکن اور مایوس کن ہوگا ؎

فلم کی تیاری از سر نو شروع ہوئی - ہر روز دونوں کی ملاقات ہونے لگی۔ شخصیت نے ایک دوسرے کو متاثر کرنا شروع کیا ؎

الغرض یوں ہی ملاقات بڑھی   دل بڑھا ربط بڑھا بات بڑھی

اب ارون مور طالب تھا اور میری مطلوبہ - میری نے شرمیلی نگاہوں سے مور کی طرف دیکھا - چہرے پر حیا کی سُرخی دوڑ گئی اور باریک آواز میں کہا:- "مجھے تم سے محبت ہے" اس وقت اس پر والہانہ کیفیت طاری تھی آنکھوں میں مسرت رقص کرنے لگی - گرفتھ خوشی سے دیوانہ ہو گیا - بے اختیار چلّا اُٹھا- آج اس کی محنت کا ثمرہ مل گیا - اس نے اپنی ٹوپی اچھالتے ہوئے کہا :-

"میری! تم اظہارِ محبت میں اپنا ثانی نہیں رکھتیں کسی روز تم آسمانِ شہرت پر ماہِ منور بن کر چمکو گی"

یہ الفاظ کتنے صحیح ثابت ہوئے - اِس کا جواب فلم بین بخوبی دے سکتے ہیں

مور اور میری پکفورڈ ہر دو بسرعت ترقی و شہرت کی منازل طے کیے جا رہے تھے - دونوں کے دِلوں میں جذباتِ محبت پرورش پا چکے تھے - اب ایک دوسرے سے وابستہ ہونے کے لئے بیقرار تھے

میری کی ماں ان کے تعلقات باہمی میں حائل تھی - اُسے میری کا ایک شاندار اور قابلِ رشک مستقبل نظر آ رہا تھا - لیکن ماں کی مخالفت کے باوجود میری مجنونانہ وار مور سے محبت کرتی تھی - ایک دن کی فرقت بھی گوارا نہ کر سکتی تھی

دونوں ساحلِ سمندر پر پھرتے، چاند کی چاندنی کا لطف اُٹھاتے یہاں

تک کہ ان کی محبت کے افسانے ہوا میں اُڑنے لگے۔ فلم کمپنیوں کو مصیبت کا سامنا ہوا۔ میری کے ساتھ مور اور مور کے ساتھ میری کو بھی ملازم رکھنا پڑتا:

ساز شوں اور ریشہ دوانیوں کا جال بچھا دیا گیا۔ مگر کسی کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی:

شام کا وقت تھا۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ خوشگوار ہوا کے جھونکے محبت بھرے دلوں میں اک لطیف تڑپ سی پیدا کر رہے تھے۔ اس وقت میری اپنے رفیق مور کے خیال میں محو تھی۔ جو کاروباری سلسلوں میں چند ہفتوں کے لئے نیویارک جانے کے لئے مجبور ہو گیا تھا۔ اچانک کمرہ پر دستک ہوئی اور میری کی ماں آہستہ آہستہ اندر داخل ہوئی۔ اس نے اس کے شانوں پر تھپکی دیتے ہوئے کمزور آواز میں کہا:

"کچھ جانتی ہو میری؟"

"کیا" اس نے حیرت سے دریافت کیا۔

"مور کی محبت کا انجام"

"آخر کچھ کہو بھی" میری نے تڑپ کر پوچھا۔

"اس نے نیویارک میں شادی کر لی"

میری نے سُنا۔ ایک لحظہ میں چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ فرطِ غم سے کرسی پر گری اور بیہوش ہو گئی:

میری کی ماں دیوانوں کی مانند ہوا میں دیکھنے لگی۔ اُسے معلوم نہ تھا کہ

میری کو اِس قدر صدمہ ہو گا ۔ اِس واقعہ میں دراصل کوئی صداقت نہ تھی۔ یہ محض ایک سازش تھی جو انکو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا رکھنے کے لئے کی گئی تھی۔
—— کئی روز گذر گئے ۔ اس کی حالت روز بروز بدتر ہوتی جا رہی تھی جیمی کو جاتا دیکھ کر تمام حقیقت بلا کم و کاست بیان کر دی ۔ وہ تندرست تو ہو گئی مگر اسے اپنی ماں سے نفرت ہو چکی تھی ؛

اِس واقعہ کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی جدا رہنا آئین محبّت کے خلاف تھا۔ آخر وہ زمانہ آ گیا ۔ جس کا مدت سے بصد اضطراب انتظار کیا جا رہا تھا اور ایک خوشگوار اور سہاونی صبح کو مور اور میری اخلاقی اور قانونی طور پر ایک دوسرے کے ہو گئے ؛

کچھ عرصہ تو زندگی کی لذتوں سے مکمل طور پر بہرہ اندوز ہوئے ۔ مگر میری کی ماں کی دیرینہ خصلت از سرِ نو عود کر آئی ۔ اس نے اپنی چالبازیوں سے دونوں کی بہارِ شباب کو خزاں میں تبدیل کر دیا ——— بالآخر نو سال کے مختصر عرصہ کے بعد دونوں ایکدوسرے سے علیحدہ ہو گئے ۔ اِس علیحدگی کا اثر ہر دو پر اس قدر ہوا کہ کئی ماہ تک کام کاج چھوڑ بیٹھے ۔ مور نے فلمی دنیا سے کچھ عرصہ کے لئے علیحدگی اختیار کر لی ۔ اور دُور بہت دُور کینیڈا کے سرد اور تنہا مقامات کی طرف نکل گیا اور میری ——— وہ کئی روز تک اپنے کمرہ میں بند پڑی رہی ۔ عرصہ تک دیوانوں اور پاگلوں ایسی باتیں کیا کرتی ۔ لیکن جو زخم ایک دفعہ پیدا ہو چکا تھا ۔ وہ باوجود

خواہش اور کوششوں کے بھر نہ سکا ؂

یہ ہے اُس محبت کا انجام جو ایک دلآویز اور سحر آگیں زمانہ میں شروع ہوئی ؂

محبّت کی فتح

کوچ بہار کی راجکماری کا ایثار

(از خوشتر)

کوچ بہار کی راجکماری ارملا گھوش کو اگر حسن و محبت کی دیوی کہا جائے تو اس میں ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ حسن صورت کے ساتھ یہ نوجوان دوشیزہ حسن سیرت سے بھی آراستہ تھی۔ اس کی خوبصورتی کا دور دور شہرہ تھا اور لوگ اکثر کہا کرتے تھے کہ دیکھیں۔ گلستان حسن کا یہ نو شگفتہ پھول کس خوش نصیب کی دستار کی زینت بنتا ہے۔ کئی بڑے بڑے گھرانوں کے قابل اور خوبصورت نوجوان راجکماری سے شادی کے آرزومند تھے۔ لیکن اُن میں سے کسی کی آرزو بر نہ آئی۔ محبت کا دیوتا راجکماری کے لئے سات سمندر پار کے ایک شخص کو منتخب کر چکا تھا۔

ایک دن شام کے وقت راجکماری کلکتہ کے ایک ناچ گھر میں گئی۔ وہاں ایک نوجوان انگریز افسر مسٹر کرنل بھی شریک رقص تھا۔ دونوں

کی آپس میں ملاقات ہوئی اور پہلی ہی ملاقات میں دونوں ایک دوسرے پر ہزار جان سے فریفتہ ہو گئے۔ محبت بھرے دلوں نے وہیں فیصلہ کر لیا کہ ایک دوسرے کے بغیر آرام و راحت کی زندگی بسر نہیں ہو سکتی ۔

مسٹر کرنل کے راستے میں تو کوئی بڑی مشکل حائل نہ تھی لیکن راجکماری جانتی تھی کہ اسے اپنے محبوب کے ساتھ شادی کرنے سے پہلے مخالفت کے ایک طوفان کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ وہ ایک اونچی ذات کے ہندو گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس لئے غیر ہندو تو کیا اپنے سے نیچی ذات کے کسی ہندو کے ساتھ شادی کی خواہش کرنا بھی ذات۔ برادری۔ والدین اور رشتہ داروں کی مخالفت اور طرح طرح کی مشکلات کو دعوت دینا تھا۔ راجکماری کو معلوم تھا کہ مسٹر کرنل کے ساتھ شادی کر لینے پر برادری کے لوگ مجھے اچھوت قرار دے دیں گے۔ اور خاندان سے ہمیشہ کے لئے تعلق منقطع ہو جائے گا۔ لیکن محبت کی قربانگاہ پر وہ سب کچھ بھینٹ کر دینے کے لئے تیار تھی ۔

۱۹۲۴ء میں مسٹر کرنل رخصت لے کر لندن چلے گئے۔ چند ہفتوں کے بعد راجکماری بھی وہاں پہنچ گئی اور وہیں یہ طالب و مطلوب میاں بیوی بن گئے۔ اس شادی کا وہی نتیجہ ہوا جس کی توقع تھی یعنی کوچ بہار کی راجکماری جس کے پاس کسی وقت خوبصورت کپڑے، زیورات، جواہرات، ملازم موٹر کاریں اور عیش و راحت کے سب سامان موجود تھے۔ اب ایک معمولی انگریز افسر کی بیوی بن کر نہ صرف خاندان اور برادری سے خارج ہو گئی بلکہ عیش و آرام کے تمام لوازمات کے علاوہ کئی ہزار کے جہیز اور قریباً ۵۰۰ پونڈ

سالانہ الاونس سے بھی محروم کر دی گئی۔ لیکن راجکماری کو محبت کی دولت کے مقابلے میں یہ سب کچھ ہیچ نظر آتا تھا اور اب بارہ سال گذر جانے پر بھی اس کی یہی رائے ہے کہ اس نے درست راستہ اختیار کیا تھا۔

آجکل ارملا اپنے خاوند کے ساتھ لندن میں رہتی ہے۔ اپنے ملک کے ساتھ اس کا صرف اتنا تعلق رہ گیا ہے کہ وہ ہندوستانی لباس پہنتی ہے۔ اُن کی مالی حالت کچھ اچھی نہیں۔ مسٹر کرنل آجکل بیکار ہے۔ لیکن محبت کی دولت کی اب بھی کوئی کمی نہیں۔ دونوں ایک دوسرے پر فدا ہیں۔ ارملا خود گھر کا کام کاج کرتی ہے۔ کپڑے بھی خود ہی صاف کر لیتی ہے۔ ایک مرتبہ اس نے کہا تھا کہ "اگر ضرورت پڑے تو میں اپنے خاوند کی خاطر دیا سلائی کی ڈبیاں فروخت کر کے چار پیسے کمانے کے لئے تیار ہوں۔ ہمیں افلاس کی پروا نہیں۔ مالی مشکلات کے باوجود ہم دنیا بھر میں سب سے زیادہ مسرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں"۔

نادر شاہ کی محبوبہ

نادر شاہ کے قتل پر حسینہ کی خودکشی

(از خوشتر)

(۱)

نادر شاہ دہلی سے کچھ فاصلے پر پڑاؤ ڈالے پڑا ہے وہ ہندوستان کی دولت سمیٹنے اور مغل شہنشاہ سے اپنی بے عزتی کا انتقام لینے آیا تھا۔ وہ اپنے مقصد میں بڑی حد تک کامیاب ہو چکا ہے۔ کیونکہ مغلیہ فوج بے دم ہو چکی ہے اور محمد شاہ رنگیلا آج ہی بہت سے تحائف بھیجنے کا وعدہ کر کے واپس لوٹا ہے۔ نادر شاہ اپنی کامیابی پر مسرور آئندہ منصوبوں پر غور کر رہا ہے یکایک خیمہ کے باہر سے کچھ آوازیں آئیں۔ خیمہ کا پردہ اٹھا اور ایک خادم اندر داخل ہو کر آداب بجا لایا۔ نادر نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"جہاں پناہ! مغل شہنشاہ نے تحفے بھیجے ہیں۔ ایک ہاتھی۔ چند گھوڑے پچاس غلام اور بہت سی حسین ہندی عورتیں"۔

یہ تحفے بہت دیر بعد پہنچے تھے۔ نادر شاہ شام سے اُن کا منتظر تھا۔

اس وقت وہ بہت تھکا ہوا تھا۔ اس لئے ہاتھی گھوڑوں کا معائنہ تو صبح پر ملتوی کر دیا۔ لیکن عورتیں ——— ہندوستانی عورتیں جن کی وہ اس قدر تعریف سن چکا تھا۔ اُن کی ملاقات ملتوی نہ ہو سکتی تھی۔ چنانچہ وہ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے خیمہ سے نکل کر دوسرے خیمہ کی جانب چلا جہاں وہ عورتیں فروکش تھیں۔

خیمہ میں داخل ہوتے ہی نادر شاہ کو معلوم ہو گیا کہ ہندوستانی عورتوں کے حسن کی جو تعریف اس نے سنی تھی۔ اس میں ذرا بھی مبالغہ نہ تھا۔ ان میں ایک سے ایک زیادہ حسین تھی۔ لیکن نادر کی نظریں ایک نازک اندام لڑکی کے چہرہ پر گڑ کر رہ گئیں جو قطار کے وسط میں کھڑی تھی۔ اس لڑکی نے بھی ایک مرتبہ نظر اُٹھا کر بے پرواہی سے نادر شاہ کی طرف دیکھا اور پھر آنکھیں جھکا لیں۔

"یہ لڑکی کون ہے" نادر شاہ نے پوچھا

ایک خواجہ سرا نے ادب سے جواب دیا۔ "جہاں پناہ! یہ ایک راجپوت دوشیزہ ہے"

یہ سنتے ہی لڑکی نے ایک قہقہہ لگایا اور ایک ایسے انداز میں جس سے غصہ، نفرت اور بے باکی ٹپکتی تھی۔ بولی "دوشیزہ؟ جھوٹ بکتے ہو تم۔ میں شادی شدہ ہوں"

خواجہ سرا غضب ناک ہو گیا اور چابک سنبھال کر لڑکی کے گستاخ لبوں پہ رسید کرنے ہی کو تھا کہ لڑکی نے فوراً ایک خنجر نکال لیا اور اگر نادر شاہ اسے یکایک روک نہ دیتا تو خواجہ سرا وہیں ڈھیر ہو گیا ہوتا۔

نادر اس لڑکی کی جرأت پر بہت خوش ہوا۔ اس نے مسکرا کر کہا "یہ خنجر مجھے دے دو"

لیکن ستارہ بالکل خاموش کھڑی رہی ؛

نادر شاہ نے پھر کہا "خنجر مجھے دیدو!" اب کے اس کی آواز میں کسی قدر درشتی تھی ؛

ستارہ نے خنجر اس کے حوالے کر دیا۔ نادر شاہ چپ چاپ عورتوں کی قطار کے سامنے سے گزرتا ہوا خیمے سے باہر نکل گیا ؛

(۲)

اپنے خیمہ میں واپس آکر نادر شاہ دیر تک کھویا سا بیٹھا رہا۔ اس نے بڑی بڑی حسین عورتیں دیکھی تھیں۔ لیکن ستارہ اُن سب میں ممتاز نظر آتی تھی۔ اس میں دس مردوں کے برابر طاقت اور حوصلہ تھا۔ حسن کا تو یہ عالم تھا کہ فرشتوں تک سے خراجِ عقیدت وصول کرے ؛

نادر شاہ کے جی میں پھر ستارہ کو دیکھنے کی خواہش نے زور پکڑا۔ ایک خادم کو بلایا اور حکم دیا کہ "آغا باشی کو فوراً یہاں بھیج دو"

تھوڑی سی دیر کے بعد ستارہ یکایک اس کے خیمے میں داخل ہوئی۔ اس وقت وہ پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت معلوم ہوتی تھی۔ نادر شاہ کی آنکھیں اس کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔ ستارہ خیمے کے وسط میں پہنچکر رُک گئی ؛

نادر شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا "ذرا آگے آجاؤ۔ میری طرف دیکھو

تم سہمی ہوئی کیوں ہو؟"

ستارہ واقعی خوفزدہ تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ موت کے منہ میں جا رہی ہے وہ نادرشاہ کی بے رحمی کی داستانیں سُن چکی تھی۔ اگرچہ اب سے ایک گھنٹہ بیشتر اُسے زندگی کی ذرا بھی پرواہ نہ تھی۔ لیکن اِس ایک گھنٹہ کے عرصہ میں اس کی کایا پلٹ چکی تھی۔ اب وہ زندہ رہنے کی خواہشمند تھی۔ وہ خود بہادر تھی۔ اور آج اسے ایک شجاع اور باجبروت مرد مل گیا تھا جس سے وہ محبت کر سکتی تھی۔ وہ اس پر جان تک نچھاور کر دینے کو آمادہ تھی ؞

اس نے نادرشاہ کے پوچھنے پر اپنی داستان حرف بحرف بیان کر دی وہ ایک راجپوت گھرانے میں پیدا ہوئی تھی اور ابھی بچہ ہی تھی کہ گرفتار ہو گئی اور ایک مغل سپاہی کے ساتھ بیاہ دی گئی۔ لیکن وہ موقعہ پا کر فرار ہو گئی۔ اور مدتوں مصیبتیں جھیلنے کے بعد آخر اسے مارواڑی تاجروں کے ہاں پناہ ملی۔ وہ اسے دہلی لے آئے۔ جہاں شہنشاہ کی ایک بیگم اس پر مہربان ہو گئی اور آجتک وہ اسی کی خدمت میں رہی تھی ؞

نادرشاہ کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر بولا "کیا تو میری ملکہ بنے گی؟" اس وقت اس کی آواز جوشِ جذبات سے کانپ رہی تھی۔ نادرشاہ تاڑ گیا تھا کہ ستارہ کا دل بھی کام دیو کے تیر سے محفوظ نہیں رہا۔ لیکن وہ اس کے منہ سے رضامندی کا اظہار چاہتا تھا ؞

ادھر ستارہ کے بدن میں یہ الفاظ سُن کر ایک کپکپی سی پیدا ہوئی۔ اُسے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ایک سہانا خواب دیکھ رہی ہے۔ آخر وہ نادرشاہ

کے قدموں پر گر پڑی - یہ اس کا جواب تھا ؛

نادر شاہ نے اُسے اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور کہا "تم اپنے تئیں اس قدر حقیر نہ سمجھو - اب تم لونڈی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان ملکہ ہو"

قاضی کو بلایا گیا اور چند منٹ میں ستارہ جو ایک حقیر کنیز کی حیثیت میں آئی تھی - دنیا کے ایک عظیم الشان فاتح، بہادر جرنیل اور بے باک سپاہی کی ملکہ بن گئی ؛

تھوڑے ہی دنوں میں ستارہ نے حرم کی دوسری عورتوں سے راہ و رسم پیدا کر لی اور اپنے حسن سلوک سے اکثر بدگمان رقیبوں کو رام کیا لیکن ایک عورت جس کی طرف سے اُسے سب سے زیادہ خطرہ تھا اس کے سلوک سے رام ہونے کی بجائے اس کی اور بھی دشمن بن گئی - یہ شیرازی تھی جو اب تک نادر شاہ کی منظور نظر ہونے کے باعث سب پر حکومت کیا کرتی تھی - اب اپنا سنگھاسن چھن جانے پر اس نے ستارہ سے انتقام لینے کی ٹھان لی ؛

(۳)

لشکر کو دہلی کی جانب کوچ کا حکم مل چکا ہے نادر شاہ شام تک اِن تیاریوں میں مصروف رہا - پھر حسب معمول ستارہ کے خیمے میں آیا - اس وقت اس کی نگاہوں سے عجیب حسرت ٹپک رہی تھی - ستارہ جان گئی کہ نادر کو اپنی آئندہ مصروفیت کے باعث مجھ سے جدا رہنے کا غم ستا رہا ہے - اس نے نادر کا دل بہلانے کی ہر ممکن کوشش کی - دیر تک باتیں ہوتی رہیں - آخر نادر شاہ نے اپنی پگڑی میں سے ایک ہیرا نکال کر اُسے دیا - اور کہا کہ "اگر تم کسی وقت میرے

پاس آنا چاہو تو یہ ہیرا بھیج دینا میں فوراً تمہیں بلا لوں گا "۔

ستارہ کو جلد ہی اس ہیرے سے کام لینے کی ضرورت پڑ گئی - ایک دن وہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی کہ چیخ پکار اور شور و غل سنائی دیا - گھبرا کر اُٹھ بیٹھی - آغا باشی کو بلا کر سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ شہر والوں نے بلوہ کر دیا ہے اور اب انہیں اپنے کیئے کی سزا مل رہی ہے ۔

یہ سُن کر ستارہ کانپ اُٹھی - وہ جانتی تھی کہ نادر کی سزا کیا معنی رکھتی ہے؟ اس نے فوراً ایک ملازم کے ہاتھ نادر کو کہلا بھیجا کہ بدقسمت دہلی کو تباہی سے بچایئے لیکن جب دیر تک کوئی جواب نہ آیا تو وہ ہیرا بھیج دیا ۔

مگر خونریزی بند نہ ہوئی - یہ دیکھ کر ستارہ کو ازحد قلق ہوا - وہ سوچ رہی تھی کہ شاید نادر مجھ سے ناراض ہو گیا ہے کہ میں نے اس معاملہ میں کیوں دخل دیا ؟ اُسے بیحد افسوس تھا کہ آج ہی ایک درخواست کی اور وہی مسترد ہو گئی ۔

اس بیچاری کو کیا خبر تھی کہ اس کی التجا سارا دن نادر کے پیش نظر رہی تھی - فوج کے سردار اور جرنیل نادر شاہ کے صبر و تحمل پر حیران تھے - کیونکہ آج وہ خلاف معمول بہت نرمی سے کام لے رہا تھا - ستارہ کو یہ سب کچھ اس وقت معلوم ہوا - جب نادر شاہ نے خود سارا واقعہ سُنایا ۔

(۴)

نادر شاہ مغلیہ سلطنت کا شیرازہ بکھیر کر اور ہندوستان کی دولت سے مالامال ہو کر واپس جا رہا ہے - ستارہ کو محسوس ہو رہا تھا کہ یہ ایک خوشگوار

زندگی کا آغاز ہے وہ مستقبل کی خوشیوں میں مست فوج کے ساتھ چلی جا رہی تھی ؛

لشکر نے دریائے سندھ کے کنارے ڈیرے ڈال دیئے۔ نادر شاہ سارا دن قبائلی سرداروں سے بات چیت کرتا رہا۔ شام کو تکان سے چور واپس آیا اور جلد ہی سو گیا۔ ستارہ بھی اسی خیمے میں لیٹی ہوئی تھی۔ لیکن اُسے نیند نہ آئی۔ گرمی بہت تھی اور خاموشی کا یہ عالم تھا کہ کلیجہ مُنہ کو آتا تھا ؛

یکایک اُسے ایسا معلوم ہوا کہ خیمے کے قریب کوئی شخص آہستہ آہستہ حرکت کرتا چلا آ رہا ہے وہ فوراً اُٹھ بیٹھی اور دبے پاؤں خیمہ کے دروازہ پر جا کر باہر دیکھنے لگی۔ اندھیرے میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد اسے خیمہ کے قریب ایک شخص نظر آیا جو آہستہ آہستہ رینگتا ہوا آ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی فولادی ہتھیار تھا۔ ستارہ کے شک نے یقین کی صورت اختیار کر لی۔ وہ فوراً اندر کو لوٹی اور عین اس وقت جبکہ حملہ آور نادر شاہ پر ٹوٹ پڑنے کو تھا۔ اس نے نادر کو بیدار کر دیا ؛

حملہ آور تو بھاگ گیا۔ لیکن خیمہ کے باہر محافظوں کی لاشوں سے ثابت ہو گیا کہ ستارہ واقعی سچی تھی اور اس نے اپنے محبوب کو بروقت بیدار کر کے اس کی جان بچا لی تھی ؛

(۵)

نادر شاہ ہرات پہنچا تو اُسے یہ خوش خبری ملی کہ ولیعہد رضا خان استقبال کے لئے آ رہا ہے ؛

نادرشاہ کو اپنے لختِ جگر سے جدا ہوئے دو سال ہو چکے تھے۔ اِس لئے قدرتی طور پر اُسے ولیعہد سے ملنے کا ازحد اشتیاق تھا۔ اس کے علاوہ یہ مسرت آمیز خبریں بھی پہنچ چکی تھیں کہ ولیعہد اپنے نامور باپ کی غیر حاضری میں ایک اعلیٰ درجہ کا سپاہی اور نہایت ہی مدبّر حاکم ثابت ہوا ہے۔

لیکن افسوس کہ دونوں طرف کے اشتیاق کو بے معنی بدگمانیوں نے در پردہ دشمنی میں تبدیل کر دیا۔ نادرشاہ کے دِل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ شہزادہ کہیں اپنی ہر دلعزیزی سے مغرور ہو کر خودمختار نہ ہو گیا ہو۔ اُدھر شہزادہ یہ سوچ رہا تھا کہ باپ کی واپسی سے اس کی آزادی غلامی میں بدل جائے گی۔ اور اسے حاکم کی بجائے ایک ادنیٰ غلام کی طرح باپ کے اشاروں پر ناچنا پڑے گا۔

ستارہ نے باپ بیٹوں کی باہمی بدگمانی دور کرنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن نادرشاہ کے خیالات کا رخ بدل دینا آسان کام نہ تھا۔ وہ اُلٹا ستارہ سے ناراض ہو گیا۔ اس نے ستارہ کے لئے کیا کچھ نہ کیا تھا؟ پھر ستارہ اس کے ساتھ ہمدردی کرنے کی بجائے شہزادہ کی سفارش کیوں کر رہی ہے؟ یکایک ایک شبہ نے سر اُٹھایا۔ کہیں ستارہ بھی شہزادہ کی جماعت کے ساتھ تو نہیں مل گئی؟ نہیں نہیں یہ قطعاً ناممکن ہے۔ ستارہ ایسی بے وفا نہیں ہو سکتی ... لیکن کون کہہ سکتا ہے!

اب شیرازی کو ستارہ سے انتقام لینے کا موقعہ ہاتھ آگیا۔ وہ جانتی تھی کہ نادرشاہ اِس وقت بدگمانی کے باعث اندھا ہو رہا ہے۔ اسے ایک ایسی

ہستی کی ضرورت ہے جو شہزادہ کے مقابلہ میں اس کے ساتھ ہمدردی کرے۔ چنانچہ اس نے بڑی مکاری سے ولی عہد کا اعتماد حاصل کر کے اس کے بہت سے راز معلوم کر کے سب کچھ نادر شاہ کو بتا دیا۔ اس طرح اس نے اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کر لیا اور اپنی کینہ پرور باتوں سے نادر شاہ کو ستارہ سے بدظن کر دیا ۔

چند روز بعد پھر نادر کی جان لینے کی کوشش کی گئی۔ وہ ایک نالے کو عبور کر رہا تھا کہ کسی نے چھپ کر اس پر گولی چلائی۔ پہلی گولی کی آواز سنتے ہی ستارہ جھٹ اس کے پہلو میں جا کھڑی ہوئی اور جس سمت سے گولی آئی تھی۔ اُدھر کھڑے ہو کر نادر شاہ کی جان بچانے کے لئے سینہ سپر ہو گئی یہ دوسرا موقعہ تھا کہ اس نے بےمثال جرأت سے کام لے کر نادر کی جان بچائی تھی ۔

لیکن نادر شاہ نے اِس واقعہ کو کچھ اہمیت نہ دی۔ وہ غصہ میں ستارہ کا شکریہ ادا کرنا بھی بھُول گیا۔ اس نے ملزم کا پتہ لگانے کی ٹھان لی۔ اِدھر شیرازی نے اپنی عیاری اور مکاری سے نادر شاہ کے دل میں یہ بات بٹھا دی کہ یہ سب کچھ شہزادہ ولی عہد کے ایما سے ہُوا ہے۔ اس نے ثبوت میں بہت سی شہادتیں بھی پیش کر دیں ۔

اب تو نادر شاہ کے غصّہ کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ شہزادے کو اندھا کر دیا جائے تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ نادر شاہ کے خلاف سازش کرنا کیا معنی رکھتا ہے ؟

ستارہ نے پھر شہزادے کی سفارش کی۔ لیکن یہ سفارش خود اس کے لئے بیحد مضر ثابت ہوئی۔ شہزادی نے پہلے ہی نادر کے کان بھر رکھے تھے اب نادر کو یقین سا ہونے لگا کہ ستارہ شہزادے کی محبّت کے باعث اس کی سفارش کر رہی ہے۔ اِس خیال کے آتے ہی وہ پاگل سا ہو گیا۔ اور غضبناک ہو کر بولا۔
" دُور ہو جا مردار! ورنہ تجھے بھی آنکھوں سے ہاتھ دھونے پڑیں گے "

ستارہ بیچاری کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آئی تھی کہ نادر شاہ کے دل میں اس کے خلاف زہر بھرا جا چکا ہے۔ اس نے پھر نادر شاہ کا بازو تھام کر التجا کی " میرے آقا رحم! وہ آپ کا بیٹا ہے۔ اِس بیچارے کو اندھا نہ کیجئے۔ آپ کو بعد میں افسوس ہو گا۔"

نادر شاہ کے صبر و ضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ وہ جھنجھلا کر اُٹھا۔ اور پورے زور سے ستارہ کی پیشانی پر خنجر مارا۔ ستارہ ایک دلدوز چیخ مار کر زمین پر بے حس و حرکت گر پڑی۔ اس کی خوبصورت پیشانی سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔

نادر شاہ وحشت کے عالم میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسکا غصّہ فرو ہو چکا تھا اور اس کی جگہ خوف نے لے لی تھی۔ کہ کہیں ستارہ مر تو نہیں گئی۔ بے اختیار اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے۔ " آہ۔ میں نے کیا کر دیا "۔ اس کے بعد وہ اوندھے منہ بستر پر جا پڑا۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

(۶)

آغا باشی چپکے سے خیمے میں داخل ہوا اور ستارہ کو اُٹھا کر شاہی طبیب کے پاس لے گیا۔ ستارہ ابھی زندہ تھی۔ لیکن آغا باشی چونکہ اس تنازعہ کی اصل وجہ سے ناواقف تھا۔ اِس لئے اس نے یہی بہتر سمجھا کہ نادرشاہ سے ستارہ کے زندہ بچ نکلنے کا حال پوشیدہ رکھا جائے۔

جب ستارہ کی حالت ذرا بہتر ہوئی تو اُسے معلوم ہوا کہ میں نادرشاہ سے کوسوں دُور پڑی ہوں۔ آغا باشی نے اُسے ایک ارمنی خاندان کے پاس بھیج دیا تھا۔ ان لوگوں نے ستارہ کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا اور کہا کہ جب تک نادرشاہ پر آپ کا زندہ ہونا ثابت نہ ہوجائے۔ آپ بڑی خوشی سے یہاں رہ سکتی ہیں۔

ستارہ کو یہاں پڑے ایک مہینہ گذر گیا۔ لیکن دربار سے کوئی اچھی خبر موصول نہ ہوئی۔ نادرشاہ نے اس کا نام تک لینے کی ممانعت کر دی تھی۔ اس لئے ستارہ نے بھی اس پر اپنی زندگی کا راز ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا کہ مبادا اُن لوگوں پر کوئی آفت آئے۔ جنہوں نے اس کی جان بچائی تھی۔

اودھر نادرشاہ قسمت کے ساتھ ایک خوفناک جنگ میں مصروف تھا۔ وہ سلطنت جو اس نے سالہا سال کی محنت اور بیحد جدوجہد سے قائم کی تھی۔ اب اُس کی باگیں اس کے ہاتھوں سے نکلی جا رہی تھیں۔ اس کی زندگی بدمزہ ہوگئی تھی۔ اور اس صورتِ حالات نے اسے بیحد تنگ مزاج اور

غضب ناک بنا دیا تھا ۔

ہفتے مہینوں اور مہینے سالوں میں تبدیل ہو گئے۔ لیکن ستارہ کو نادر کی طرف سے ایک لفظ تک موصول نہ ہوا۔ مایوسی نے اس کی زندگی تلخ کر دی تھی۔ لیکن اس کے باوجود اس کے دل میں نادر کے خلاف ذرا بھی غصہ نہ تھا۔ وہ اب بھی اس پر فدا تھی ۔

یکایک خبر ملی کہ نادر شاہ کسی جنگی مہم کے سلسلے میں اس چھوٹے سے ارمنی گاؤں کے قریب سے گذریگا۔ ستارہ نے اس سے ملنے کی ٹھان لی۔ اسے ہمدردوں نے بہتیرا سمجھایا کہ اس میں جان کا خطرہ ہے۔ لیکن اس نے ایک نہ سُنی۔ وہ اس بے لطف زندگی کے مقابلے میں نادر کے ہاتھوں مر جانے کو ترجیح دیتی تھی۔ اس کے علاوہ وہ محسوس کرتی تھی کہ نادر کو اس وقت ایک ہمدرد ہستی کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ایک قاصد نادر کی خدمت میں بھیجا گیا اور ستارہ بڑی بے صبری سے اس کے جواب کا انتظار کرنے لگی۔ اس نے وہ ہیرا بھی نادر کے پاس بھیجدیا۔ جو کسی وقت اُسے بطور تحفہ دیا گیا تھا ۔

ستارہ کا خیال غلط نہ تھا۔ نادر شاہ کو اس کی زندگی کی خبر سُن کر ایسی مسرت ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ اس نے فوراً شاہی سواروں کا دستہ ستارہ کو لانے کے لئے بھیجا اور التجا کی کہ ستارہ جس قدر جلد ممکن ہو۔ چلی آئے۔ ستارہ تو پہلے ہی بیقرار تھی۔ چنانچہ دوسرے ہی دن طالب و مطلوب پھر اکٹھے ہو گئے۔ اس وقت نادر کی مسرت کا ٹھکانا نہ تھا۔ محبت کی زنجیر کی ٹوٹی ہوئی کڑیاں پہلے سے بھی زیادہ مضبوطی سے جڑ گئیں اور اُجڑے

ہوئے چمن میں پھر ایک مرتبہ بہار آ گئی ۔

لیکن اب نادر کی عظمت و شوکت زوال پذیر ہو رہی تھی ۔ اس کے اپنے پیروؤں میں کئی دشمن پیدا ہو گئے تھے ۔ وہ اپنی زندگی کے لئے جدوجہد کر رہا تھا ۔ لیکن اسے صاف دکھائی دے رہا تھا کہ آخری وقت نزدیک آن پہنچا ہے ۔

چنانچہ ایک رات جبکہ ہر طرف خاموشی اور تاریکی مسلط تھی اور ستارہ اپنے آقا کے بستر کے قریب بیٹھی اس کی حفاظت کر رہی تھی ۔ باہر سے کسی شخص کے حرکت کرنے کی آواز سنائی دی ۔ ستارہ فوراً اُٹھ بیٹھی ۔ لیکن افسوس کہ اِس مرتبہ اسے خطرہ کی اطلاع بہت دیر بعد ملی ۔ اِس سے قبل کہ وہ کوئی حرکت کرے یا نادر کو بیدار کر دے ۔ قاتل خیمہ میں آ داخل ہوئے اور سوئے ہوئے بادشاہ کو قتل کر دیا ۔

فرض ناشناس پہرہ دار بھاگے ہوئے خیمہ میں داخل ہوئے ۔ تو ایک نہایت ہی اندوہناک نظارہ دکھائی دیا ۔ اُن کا ذیشان حکمران جس کے نام سے بڑے بڑے بہادروں کا زہرہ آب آب ہوتا تھا ۔ بے حس و حرکت زمین پر پڑا تھا اور اس کی لاش سے وفادار ستارہ چمٹی ہوئی تھی ۔ جس نے اپنے محبوب آقا کی وفات پر اپنے سینے میں خنجر گھونپ کر جدائی کی کٹھن منزل ایک لمحہ میں طے کر لی تھی ۔

طوائف سے بیگم

میر خیرپور کی خود نوشت داستانِ محبت

لاہور کی مشہور طوائف اقبال بیگم عرف بالی کو اپنے کمالِ فن کی بدولت بھی کافی شہرت حاصل تھی۔ لیکن میر علی نواز خان والئے خیرپور (سندھ) کی وارفتگی نے اس کا نام ہندوستان بھر میں مشہور کر دیا۔ آخر کار ہیرا منڈی کی بالی ہر ہائی نس بیگم آف خیرپور بن گئی۔ میر صاحب اور ربالی کے متعلق کئی داستانیں مشہور رہیں۔ لیکن ایک موقعہ ایسا آیا کہ میر صاحب کو اپنے ہاتھ سے سارا قصّہ مختصر طور پر قلم بند کرنا پڑا۔ غالباً مئی ۱۹۲۹ء کے آغاز میں جب میر صاحب بمبئی میں تھے۔ تو ایک روز میر صاحب کی غیر حاضری میں موقع پا کر بالی فرار ہو گئی۔ کمشنر پولیس بمبئی سے بالی نے درخواست کی کہ مجھے جان کا خطرہ ہے۔ اس لئے میری حفاظت کی جائے۔ چنانچہ کمشنر پولیس نے اسے بحفاظت لاہور پہنچا دیا۔

سچ یا جھوٹ ، کہا جاتا ہے کہ اس وقت بالی کم و بیش چھ لاکھ روپیہ کے زیورات اور جواہرات ساتھ لے آئی تھی ۔ میر صاحب نے ایک خط لکھ کر ساری داستان گورنر بمبئی کے گوش گزار کی تھی ۔ ظاہر ہے کہ اس خط میں بہت سی دلچسپ تفصیلات موجود نہیں ۔ کیونکہ انہیں قلمبند کرنے کی نہ تو ضرورت تھی اور نہ موقع ۔ تاہم میر صاحب کی آپ بیتی سُن لینے کے قابل ہے ۔

ہز ہائنس میر علی نواز خان نے گورنر بمبئی کو مندرجہ ذیل خط لکھا تھا

" جب میں نے پہلے پہل بالی کو دیکھا تو اس کی محبت میں دیوانہ ہو گیا ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے بہت سی مشکلات اور اخراجات برداشت کرنے کے بعد اس کے ساتھ خفیہ شادی کر لی اور وہ خیر پور میں میرے ساتھ رہنے پر رضامند ہو گئی ۔ بالی کو اس طرح خفیہ طور پر رکھنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ نہ تو بمبئی گورنمنٹ مجھ سے ناراض ہو اور نہ میرے اور میری پہلی بیگم کے تعلقات ناخوشگوار ہونے پائیں ۔ کچھ عرصہ بعد لاہور میں بالی کی والدہ کا انتقال ہو گیا ۔ اور اس نے درخواست کی اسے ماتم میں شامل ہونے کے لئے لاہور جانے کی اجازت دی جائے ۔ میں نے بڑی خوشی سے اجازت دے دی اور عزت و وقار کے خیال سے بہت سے جواہرات اور ملازم بھی ساتھ کر دیئے " ۔

" جب بالی لاہور پہنچی تو جواہرات کو دیکھ کر اس کے رشتہ داروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں ۔ اور انہوں نے سب کچھ ہضم کر جانے کی

ٹھان لی ۔ چنانچہ انہوں نے بالی کو واپس بھیجنے سے انکار کر دیا۔ اُن کا مقصد
یہ تھا کہ بالی لاہور ہی میں رہے تاکہ وہ تمام جواہرات اس سے کسی نہ کسی
طرح حاصل کر سکیں ۔ کچھ عرصہ میں کوشش کرتا رہا کہ بالی خیر پور آ جائے
مگر وہ نہ آئی ۔ آخر میں خود لاہور گیا کہ اُسے واپس آنے پر آمادہ کروں مگر
افسوس کہ میری یہ کوشش بھی بیکار ثابت ہوئی ۔ آخر آٹھ ماہ کے
عرصہ میں جب وہ جواہرات ٹھکانے لگ چکے تو بالی بمبئی پہنچی اور وہاں
سے میرے سابق وزیر شیخ محمد قادر کے بھائی کی معرفت پیغام بھیجا کہ میں خیر پور
آنے کے لئے تیار ہوں "۔

"میں نے بالی اور اس کے رشتہ داروں کی تمام خطائیں معاف
کر دیں اور بمبئی آکر اُسے اپنے ساتھ خیر پور لے گیا ۔ خیر پور پہنچکر میں نے
اپنے دوستوں اور خیر خواہوں کی رائے سے بالی کے ساتھ علانیہ شادی
کر لی ۔ جس میں میرے رشتہ دار، بلوچوں کے سردار اور برطانوی افسر شامل
ہوئے ۔ اس شادی پر میرا کئی لاکھ روپیہ خرچ ہو گیا ۔ گذشتہ تین چار سال
میں بالی کے بعض رشتہ داروں نے جس بیرحمی سے زیور اور جواہرات
اڑائے اور ہضم کئے ۔ اس سے پنجاب کا بچہ بچہ اور لاہور کی پولیس بخوبی
واقف ہے"

"ان لوگوں نے بالی سے یہ کہہ کر جواہرات حاصل کئے ۔ کہ اگر
خدانخواستہ میر صاحب کا انتقال ہو گیا تو ریاست خیر پور تمام جواہرات
اس سے چھین لے گی ۔ اس لئے بہتر ہے کہ انکو لاہور ہی میں محفوظ رکھا

جائے - چنانچہ یہ لوگ اپنی اس چالاکی میں کامیاب ہو گئے اور اب تک یہ سات
آٹھ لاکھ روپیہ کے جواہرات اس طریقہ سے ہضم کر چکے ہیں۔ یہ جواہرات
انہوں نے لاہور کے ساہوکاروں کے پاس گرو رکھے ہوئے ہیں اور وہاں سے
روپیہ لے کر فضول خرچی میں ضائع کر رہے ہیں - ایک مرتبہ مسٹر اوڈلو آئی سی
ایس نے بالی کے رشتہ داروں کو بلا کر دھمکایا تھا کہ وہ ریاست کے سرکاری
جواہرات لے کر خیانت مجرمانہ کے مرتکب ہو رہے ہیں اور قید ہو جائیں گے -
اس پر وہ لوگ بہت گھبرائے - مگر بالی نے مجھے انکی خطا معاف کر دینے کیلئے
کہا اور میں بھی اس خیال سے خاموش ہو رہا کہ شاید یہ جواہرات واپس کر دیں"
"لیکن بالی کے رشتہ دار جواہرات واپس کرنے کی بجائے اُلٹا شراب
پی پی کر بالی کو دھمکایا کرتے اور جس طرح ممکن ہوتا - اس سے روپیہ اور زیورات
چھین لیتے - میں ان کی حرکات سے تنگ آگیا تھا - چنانچہ آخر کار میں نے
ان حالات سے مجبور ہو کر خان بہادر سر اسرار حسن خان ممبر کونسل اور دیگر
مشیروں کی رائے سے بالی کے رشتہ داروں کو ریاست سے نکال دیا اور
وہ خیرپور سے پندرہ میل کے فاصلہ پر انگریزی علاقہ میں بمقام سکھر رہنے
لگے - وہیں بالی کے بھائی کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی - چونکہ بالی نے پھر ان
لوگوں کی سفارش کی تھی - میں نے اس کے رشتہ داروں کو خیرپور واپس
آنے کی اجازت دے دی" ٭

"بالی کے رشتہ داروں نے اب بھی میری مہربانی اور محبت کی قدر نہ
کی - اتنی مرتبہ معافی حاصل کرنے کے باوجود اُن کی خصلت میں کوئی فرق نہ آیا

چنانچہ یہ امر واقعہ ہے کہ پچھلے سال چیمبر آف پرنسس کے اجلاس کے دنوں میں بعض لوگوں نے دہلی میں میری زندگی ختم کر دینے کی سکیم تیار کی۔ مگر خوش قسمتی سے مجھے اِس سازش کا پتہ چل گیا اور میری زندگی بچ گئی۔ میں نے اس شرارت کا بالی سے ذکر کیا۔ اور تحریری ثبوت دکھائے مگر اسے یقین نہ آیا۔ اور اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ سب دشمنوں کی کارروائی ہے اور اِس کا مقصد یہ ہے کہ میرے رشتہ دار آپ کی نظروں سے گر جائیں"

"اب کے سال پھر چیمبر آف پرنسس کے اجلاس کے دنوں میں بالی کے رشتہ دار میری اجازت کے بغیر دہلی پہنچ گئے اور بمبئی ساتھ آئے۔ اس سفر میں بھی میں نے انکو قریباً پچیس ہزار روپیہ دیا۔ اِس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مجھے بالی سے کس قدر محبت ہے"۔

ملکہ الزبتھ کی عشقبازیاں!

عاشق کی موت پر شاندار دعوت

(از خورشتر)

ملکہ الزبتھ کے افسانہائے محبّت پر بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ لیکن ان میں سے موسیو روزنی کی کتاب کو جو پیرس میں شائع ہوئی ہے۔ خاص دلچسپی سے پڑھا جاتا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ الزبتھ بیحد حریص واقع ہوئی تھی ۔ اس نے کئی خاندانوں کا مال و اسباب ضبط کر لیا تھا اور بہت سے لوگوں کو محض اس لئے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا کہ ان کی جائداد قرق کی جا سکے جب تک کوئی شخص معقول نذرانہ پیش نہ کرے ملکہ اس سے ملنا گوارا نہ کرتی تھی اور ملاقات ہونے پر بھی خندہ پیشانی سے پیش نہ آتی تھی۔ لیکن جو لوگ اس کے منظورِ نظر ہوتے تھے ۔ اُن کو مالا مال کر دیتی تھی ۔ چنانچہ اس نے اپنے مداح اور محبوب لیسٹر کو نہ صرف کینلنٹ ورتھ کا علاقہ عطا کر دیا تھا ۔ بلکہ ۵۰ ہزار پونڈ کی گرانقدر رقم بھی ایک سال کے اندر عنایت کر دی ۔ جو آجکل کے ایک لاکھ

بیس ہزار پونڈ کے برابر ہوتی ہے ۔

ملکہ الزبتھ بیحد خود پسند تھی اور اپنے حسن کی تعریف سُن کر بہت خوش ہوتی تھی ۔ ایک مرتبہ ایک لیڈی نے ملکہ میری کو لکھا کہ " الزبتھ اتنی خود نما ہے کہ وہ اپنے آپ کو حسن کی دیوی اور جنت کی حور سمجھتی ہے وہ لوگوں سے یہ سُن کر بیحد خوشی محسوس کرتی ہے کہ اس کا چہرہ سورج کی طرح چمکدار ہے اپنے حسن کے متعلق وہ خوشامد اور مبالغہ کو بہت پسند کرتی ہے ۔ ابھی اگلے روز میں اور لیڈی لینوکس اس کی ملاقات کو گئیں ۔ باتوں باتوں میں لیڈی لینوکس نے بھی الزبتھ کو خوش کرنے کے لئے کچھ ایسے ہی کلمات کہہ دیئے ۔ بس پھر کیا تھا ۔ ملکہ پھول کر کُپّا ہو گئی ۔ ادھر ہماری یہ حالت تھی کہ ایک دوسری کی طرف دیکھنے کی بھی جرائت نہ کرتی تھی ۔ مبادا نظریں ملتے ہی ہنسی ضبط کرنا ناممکن ہو جائے " ۔

عمر کی پختگی کے ساتھ ملکہ کی خود پسندی اور غرور بھی بڑھتا گیا ۔ خوشامد کرنے والوں کو بڑے بڑے عہدے اور خطابات عطا کئے جاتے تھے ۔ لیسٹر ملکہ کا بہت بڑا مداح تھا ۔ اور ملکہ بھی اس پر لٹو تھی ۔ یہ دونوں بچپن کے دوست تھے اور مصیبت کے دنوں میں اکٹھے جیل میں رہ چکے تھے ۔ اسے ملکہ کے مزاج میں بہت دخل حاصل تھا ۔ اس کے ایک اشارے کے مقابلے میں وہ ہیمنگٹن والٹر ریلے جیسے مشہور اور باوقار لوگوں کے آنسوؤں کی بھی پرواہ نہ کرتی تھی ۔ یہی ایک شخص تھا ۔ جس سے ملکہ شادی کرنے کا ارادہ رکھتی تھی ۔ اس پر ملکہ کی خوابگاہ کے دروازے بھی بند نہ تھے ۔

شاہی خاندان اور شاہی محلوں کی خلوتوں میں جو کچھ ہوتا تھا۔ پہلے اس کی اشاعت کی ممانعت تھی۔ لیکن نوجوان سیمور اور الزبتھ جب خوابگاہ میں علانیہ ملاقاتیں کرنے لگے۔ تو بہت سنسنی پھیلی اور ممانعت کا سوال اُڑ گیا۔

امیر البحر طامس سیمور بہت خوبصورت سمجھا جاتا تھا۔ جب ملکہ الزبتھ صرف چودہ سال کی تھی تو وہ اس کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ ایڈورڈ ششم کے بعد خود تخت پر بیٹھنے اور الزبتھ کو اپنی ملکہ بنانے کا خواہشمند تھا۔

اطالیہ کے مشہور مورخ لیٹی نے الزبتھ اور سیمور کے عاشقانہ خطوط شائع کئے ہیں۔ ان خطوں میں الزبتھ نے ایسی ایسی باتیں لکھی ہیں جن کی اُس زمانے میں اور اُس عمر کی لڑکی سے کسی کو توقع نہیں ہو سکتی لیکن ان تمام خطوط اور محبت بھری ملاقاتوں کے باوجود جب اس نے شادی کا پیغام دیا تو ملکہ کی طرف سے ایسا روکھا جواب ملا کہ اس نے بددل ہو کر ہنری ہشتم کی بیوہ کیتھرائن پار کے ساتھ شادی کر لی۔

اِس شادی کے بعد الزبتھ کئی مرتبہ کیتھرائن کے ہاں مہمان رہی اِدھر سیمور کی آتشِ عشق ابھی سرد نہ ہوئی تھی۔ اس نے پھر الزبتھ کو ورغلانا شروع کیا اور دونوں کے کئی کئی گھنٹے خوابگاہ کی تنہائی میں گزرنے لگے۔ آخر خلوت کی باتیں باہر نکل کر افسانے بن گئیں اور سیمور کو غداری کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ ادھر ملکہ الزبتھ کے کمرے کے گرد بھی سخت پہرہ بٹھا دیا گیا۔ تاکہ وہ کوئی مزید شرارت نہ کر سکے۔ اِس اسیری کے دوران میں الزبتھ کو اطلاع ملی کہ اس کے

عاشق کو غداری کے جرم میں سزائے موت کا حکم ہوا ہے ؛

پھر ارل آف ڈیوانشائر نے الزبتھ کو شادی کا پیغام دیا - اس کے علاوہ دیگر یورپی ممالک کے بڑے بڑے نوابوں نے بھی التجائیں کیں - لیکن یہ معاملے بھی ملاقاتوں تک ہی محدود رہے - اس دوران میں لوگ شرطیں بدا کرتے تھے کہ ولیم پکرنگ یا رابرٹ ڈڈلے میں سے کوئی ایک ملکہ کو اپنی بیوی بنانے میں کامیاب ہو جائیگا - پکرنگ بہت خوبصورت نوجوان تھا - وہ کئی ماہ تک خاص شاہی کمروں میں مقیم رہا - ملکہ اس کے ساتھ خاص مہربانی سے پیش آتی تھی اور اس کی سب سے زیادہ خاطر و مدارات ہوتی تھی - لیکن وہ چونکہ زیادہ دولت مند نہ تھا - اس لئے اس کے تعلقات بھی شادی کی حد تک نہ پہنچ سکے - اور آخر کار وہ بددل ہو کر اپنے علاقہ میں چلا گیا ؛

پراٹسٹنٹ فرقہ کے لیڈر سیسل نے بھی ملکہ کے ساتھ ارل آف ایرن کے لئے ساز باز کی جو سکاٹ لینڈ کے تخت و تاج کا دعویدار تھا - اپنی اسیری کے دنوں میں ملکہ نے پراٹسٹنٹ مذہب اختیار کر لیا تھا - اس لئے سیسل کو کامیابی کی اُمید تھی - ایرن اُن دنوں فرانس میں تھا - ہنری دوم نے اس کو مردہ یا زندہ گرفتار کرنے کا حکم جاری کر دیا تھا - اس لئے وہ ایک تاجر کا بھیس بدل کر بھاگ گیا - اور جینوا پہنچ کر ایک کلیسا میں داخل ہو گیا - چند ماہ بعد وہ انگلستان پہنچا - اور سیسل کے گھر میں چھپا رہا - روزنی کے بیان کے مطابق اُسے بارہا الزبتھ کی خوابگاہ میں راتیں بسر کرنے کا موقعہ ملا - اس پر ملکہ کا منظورِ نظر لیسٹر اس قدر چراغ پا ہوا کہ اس نے کھانے میں زہر ملا کر

ملکہ اور اپنے آپ کو ہلاک کر دینے کی ٹھانی۔ لیکن آخر کار سیسل کی کوششیں بھی ناکام ہی رہیں ؛

پھر لیسٹر نے مشہور کر دیا کہ ملکہ آسٹریا کے آرچ ڈیوک چارلس کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ جنگ میں آسٹریا فرانس کی مدد کرنے سے باز رہے۔ ادھر الزبتھ نے بھی دکھاوے کے لئے رومن کیتھولک مذہب اختیار کرنے کا بہانہ کیا۔ لیکن یہ تو محض لیسٹر کی ایک چال تھی جو سیسل کو زک دینے کے لئے چلی گئی تھی۔ اس لئے یہ بیل بھی منڈھے نہ چڑھی ؛

خود لیسٹر کا انجام بھی بہت خوفناک ہوا۔ اس پر ملکہ سب سے زیادہ مہربان تھی۔ اور یہ الزبتھ کی خوابگاہ میں بارہا سرفراز ہوتا رہا۔ لیکن آخر الزبتھ کو پتہ لگ گیا کہ لیسٹر شادی شدہ ہے اور اس کا ایک نوجوان بیٹا بھی لندن میں موجود ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسے آئرلینڈ بھیج دیا گیا۔ مگر اس نے وہاں بھی چین نہ لیا۔ کچھ عرصہ بعد تین سو آدمیوں کو ساتھ لے کر ملکہ الزبتھ کے محل پر چڑھ دوڑا۔ مگر اپنے ارادے میں ناکام رہا۔ بغاوت کے جرم میں اُسے بھی سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ جس روز اس کو موت کے گھاٹ اُتارا گیا۔ اس روز ملکہ الزبتھ نے اپنے محل میں ایک شاندار دعوت دی ؛

ملکہ کے عاشقوں میں انگلستان کے اور بھی کئی نواب شامل تھے۔ جو اس کی ملاقاتوں سے سرفراز ہوتے رہے۔ لیکن شادی کی نوبت نہ آئی۔ اس قسم کے واقعات کے باعث لوگ ملکہ سے سخت بیزار ہو رہے تھے۔ اور آخر جب ملکہ اس دنیا سے چل بسی تو سب نے اطمینان کا سانس لیا ؛

نپولین کی دلفروش بہن

شمع حسن پر پروانوں کا ہجوم

(مشہور افسانہ نویس محترمہ راجکماری بی اے)

آج نپولین کے نام سے کون ناواقف ہے؟ ایک عرصہ تک سارا یورپ اس کے جاہ وجلال اور رعب وداب سے کانپتا رہا - فرانس کا بادشاہ بننے سے پہلے بھی نپولین کی شخصیت ایسی نہ تھی کہ اسے نظر انداز کیا جاسکے - جن دنوں وہ ایک غریب لفٹنٹ تھا - تو ایک دن ایک شراب کی دکان میں گیا اور تھوڑی سی شراب مانگی - شراب کا گلاس آگیا تو ایک تختہ کے ساتھ کمر لگا کر کھڑا ہو گیا - اور خاموش کھڑا کچھ اس طرح گھورنے لگا کہ تمام گاہک ایک ایک کرکے کھسک گئے - پھر وہ بھیڑیے کی طرح غرایا - شراب پی اور بڑے مزے سے چلتا بنا - اس نوجوان لفٹنٹ میں کوئی ایسی بات تھی کہ دکاندار کو شراب کے دام مانگنے کی بھی جرأت نہ ہوئی ؛

لیکن یہی نپولین اپنی کمزور بہن کے سامنے بالکل بے بس تھا - اس زمانے میں عورتوں کا کپڑے اتار کر نہروں اور تالابوں میں نہانا آجکل کی طرح فیشن

میں داخل نہ تھا - بلکہ نہایت ہی معیوب سمجھا جاتا تھا - لیکن نپولین کی چھوٹی بہن جو صرف تیرہ برس کی نوخیز حسینہ تھی اور شکل وصورت سے پری معلوم ہوتی تھی کسی کی پروا نہ کرتی تھی - وہ کھلے بندوں مارسیلز کی بندرگاہ میں نہایا کرتی تھی اور وہاں کے ملاحوں اور ماہی گیروں کا گویا اُسے خیال تک نہ ہوتا تھا۔

اِس کمزور اور نازک اندام لڑکی کے مقابلے میں نپولین جیسا بارعب اور قاہر شخص عاجز تھا - ایک دن وہ غصے سے دانت پیستا گھر پہنچا اور بہن سے مخاطب ہُوا - " بس اب میں تم سے آخری مرتبہ کہہ دیتا ہوں - پولائن! میری بات سنو - اگر تم نے پھر بندرگاہ میں نہانے کی جرأت کی تو ماں کو خبر ہو جائے گی - اور مارے بیدوں کے کھال اُدھڑ جائے گی "

پولائن نے پہلے تو ذرا منہ بنایا - پھر کچھ سوچ کر بھائی کی طرف دیکھا - اس وقت اس کا چہرہ ایک فتحمندانہ انداز میں چمک رہا تھا - کہنے لگی - اچھا نپولین! میں وعدہ کر لوں گی - بشرطیکہ تم بھی مجھ سے ایک چیز کا وعدہ کرو "۔

" وہ کیا چیز ہے ؟ "

" مجھے ایک چھوٹی سی ٹوپی کی ضرورت ہے - تم جانتے ہو - بہن الائنزا اور میرے پاس ایک ہی ٹوپی ہے - لادو گے نا ؟ میرے اچھے نپولین - پھر میں کبھی یہاں نہانے نہ آؤں گی " ۔

لفٹنٹ نپولین بونا پارٹ اس وقت اِس قدر غریب تھا اور اس کو اتنے بڑے کنبے کا خرچ برداشت کرنا پڑتا تھا کہ وہ پولائن کے لئے ایک ٹوپی بھی نہ خرید سکا - چنانچہ پولائن پھر بندرگاہ میں آکر نہانے لگی - کیونکہ اُس نے

لئے ٹوپی نہ خریدی گئی تھی ؛

اس کے بعد نپولین جلد جلد ترقی کی منزلیں طے کرنے لگا ؛

جن دنوں فرانس میں خوف و دہشت کا دور دورہ تھا - پولائن اور اسکی ماں پیرس چلی آئیں - پولائن کو عشق بازی کا پہلا سانحہ چودہ سال کی عمر میں پیش آیا - عمر کے اعتبار سے فریروں کو پولائن کا باپ کہا جا سکتا ہے - لیکن وہ ہر جگہ اس کے ساتھ بے تکلف پھرتی تھی - اور لوگوں کی چہ میگوئیوں کی اسے ذرا بھی پروا نہ تھی ؛

جب نپولین اٹلی کی فوج کا سپہ سالار مقرر ہوا - اس نے اس بے جوڑ عشق کا سلسلہ ختم کر دینے کی ٹھان لی - پولائن اس قدر حسین تھی کہ فرانس کے بڑے بڑے آدمی اس کی عبادت گاہ حسن میں سجدہ کرتے نظر آتے تھے - اس کا نام بے شمار عاشقوں کے ساتھ وابستہ رہا - نپولین کا خیال تھا کہ ہرجائی بہن اس کی آئندہ ترقی اور شان و شوکت کے راستے میں ایک روڑا ثابت ہو گی اس لئے اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ پولائن کے پسند کردہ کسی شخص کیساتھ اس کی شادی کر دے - مگر اس کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں ؛

پولائن اس وقت سولھویں سال میں تھی - اس کا حسن پھٹا پڑتا تھا جسمانی اعتبار سے وہ حسن انسانی کا بہترین نمونہ تھی - وہ ہر قسم کے آداب اخلاق سے بے نیاز تھی - جو منہ میں آتا کہہ دیتی - سنجیدہ سے سنجیدہ شخص کا مذاق اُڑا دیتی - اِس سولہ برس کی چھوکری کے سامنے اٹلی کے سپہ سالار کا تمام کر و فر ہیچ تھا ؛

آخر پولائن کو میلان بُلایا گیا - جہاں اس کا نامور بھائی آسٹریا والوں کو مغلوب کر کے ان سے من مانی شرائط منوا رہا تھا - ایک روز نپولین نے پولائن کو اپنی فوج کے ایک افسر وکٹر عمانویل مکرک کے ساتھ سرگرم اختلاط دیکھا اس نے فوراً ان کی شادی کا حکم دیدیا - کچھ عرصہ بعد پولائن نے اپنے خاوند کو ایک بیٹا پیش کر دیا - اس کے بعد مکرک میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گیا اور پولائن کو پیرس کے ایک سکول میں بھیج دیا گیا - کیونکہ اس کی تعلیم کی طرف اب تک کوئی توجہ نہ ہوئی تھی ؛

پولائن اس وقت ۱۸ سال کی ہو چکی تھی اور اس کا مرتبہ بھی بڑھ گیا تھا - اس لئے وہ سکول کے آداب و قواعد کو برداشت نہ کر سکی - اس نے سکول کے ہر قاعدے کو توڑنا اپنا معمول بنا لیا جو جی میں آتا کر گزرتی - پیرس کے اکثر لوگ اس کی بیہودہ حرکات کے باعث اس سے نفرت کرنے لگے - لیکن بعض اوقات وہ ان کے لئے دلچسپی کا سامان بھی مہیا کر دیتی تھی - وہ قہوہ خانوں میں بیدھڑک جاتی - ایک مرتبہ ناچ میں اس نے شراب کی دیوی کا پارٹ بھی کیا ؛

نپولین کے لئے یہ باتیں ناقابل برداشت تھیں - اس نے مکرک کو جزیرہ ہیٹی میں کسی عہدہ پر مقرر کر دیا اور پولائن کو اس کے ساتھ جانے کا حکم دیا - پہلے پہل تو وہ فرانس چھوڑنے پر راضی نہ ہوئی - لیکن آخر کار گرانقدر جواہرات اور بیش قیمت پوشاکوں کی رشوت سے خوش ہو کر وہ اپنے شوہر کے ساتھ روانہ ہو گئی - جزائر غرب الہند میں پہنچنے کے تھوڑا ہی عرصہ بعد مکرک کا انتقال ہو گیا - اور پولائن پھر فرانس واپس آ گئی ؛

خاوند کی موت کا اثر کچھ زیادہ دیر تک قائم نہ رہا۔ جلد ہی وہ اپنے بھائی کے ماتحت جرنیلوں کے ساتھ کلیلیں کرنے لگی۔ پھر وہ ایک ایکٹر پر عاشق ہو گئی۔ لیکن ساتھ ہی شہزادہ گاسٹیلا سے بھی سلسلہ محبت جاری رہا۔ نپولین کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے فوراً اسے شہزادہ سے شادی کر لینے کا حکم دیا۔ پولائن کسی قدر بیدلی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل پر آمادہ ہو گئی۔ اٹلی میں بہت بڑی جائداد اور پیرس میں ایک محل بھائی نے دیدیا۔

نپولین کا خیال تھا کہ اب اس کا ہرجائی پن دور ہو جائے گا۔ لیکن یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی۔ عمر کے ساتھ ساتھ پولائن کی دیدہ دلیری بھی بڑھتی گئی۔ اسے اپنے شوہر کی ذرا بھی پرواہ نہ تھی۔ وہ ایکٹروں اور فوجی افسروں کے ساتھ شوخی و دل لگی سے کسی طرح بھی باز نہ آتی تھی۔ اس کی انتہائی دلیری اور حماقت کا ایک کرشمہ یہ تھا۔ کہ ایک مرتبہ وہ ایک سنگتراش کے مشہور بُت وینس کے لئے نمونہ بن کر بیٹھ گئی۔ اب تو نپولین غصے سے دیوانہ ہو گیا اس نے گرج کر پوچھا "تُو ایک سنگتراش کے سامنے ننگی کیسے کھڑی ہو سکی؟" مگر پولائن نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ "بھائی جان! ننگی ہونے میں کیا خطرہ تھا۔ وہاں آگ تو جل رہی تھی"۔

اب نپولین کا ستارہ غروب ہو رہا تھا۔ آخر جب اسے تخت سے دست بردار ہونا پڑا تو پولائن کے دل میں بھی بھائی کی محبت اُمڈ آئی۔ وہ اس کے ہمراہ جلاوطن ہو گئی۔ اس نے اپنے بھائی کی ہر ممکن امداد کی۔ حتیٰ کہ وہ پھر فرانس واپس آ گیا۔ لیکن جنگ واٹرلو کے بعد پولائن کی صحت نے اُسے

بھائی کے ہمراہ سینٹ ہلینا نہ جانے دیا - نپولین کے جانے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد پولائن ناسور کے مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئی - اپنے مرنے کے دن اس نے آئینہ منگایا - دیر تک اس میں اپنی صورت دیکھتی رہی - آخر کہنے لگی :-

"خدا کا شکر ہے - میں اب بھی خوبصورت ہوں"

یہ اُس کے آخری الفاظ تھے ۔

مسولینی

عشق و محبّت کے میدان میں اٹلی کے ڈکٹیٹر کے کارنامے

(از خوشتر)

اٹلی کے جنگجو مختارِ مطلق اور حبشہ کو زہریلی گیس کی مدد سے فتح کرنے پر فخر کرنے والے مسولینی کے متعلق جو کچھ عام لوگوں کو معلوم ہے۔ اس کے پیش نظر کون کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ شخص جو اس قدر مصروف، مستعد اور تند خو معلوم ہوتا ہے۔ کسی وقت دردِ دل سے مجبور ہو کر ٹھنڈی آہیں بھی بھرتا ہوگا۔ یا کوئی عورت اس کو بھی اپنے حسن کے جادو سے رام کرنے میں کامیاب ہو گئی ہوگی۔ لیکن ایک یورپین مصنف مسٹر اگنیٹس فیرے نے حال ہی میں دنیا کو یہ بتا کر حیران کر دیا ہے کہ مسولینی کی داستانِ زندگی بھی رنگین پہلوؤں سے خالی نہیں ہے

مسٹر فیرے لکھتے ہیں کہ کچھ عرصہ ہوا۔ دورانِ ملاقات میں مسولینی نے مجھ سے پُرجوش انداز میں کہا کہ "کسی شخص کی فطرت میں مردانگی کا جوہر جس قدر زیادہ ہو اور اپنے گوہرِ مقصود کے حصول کے لئے اس کو جس قدر

زیادہ ذرائع ودلیعت کئے گئے ہوں - اسی قدر وہ دل کی مسرّت کے لئے عورت کے ناز وکرشمہ اور منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے اس کی حوصلہ افزائی سے بے نیاز ہوتا ہے۔"

"لیکن اس دعویٰ کے باوجود مسولینی کی زندگی میں صنف نازک کو بہت دخل حاصل رہا ہے - مثلاً ایک نازک اندام اور خوبصورت امیرزادی کئی ہفتے پلازو ومینیال کے چکر کاٹتی دیکھی گئی - جہاں وزارت خارجہ کے سوا تمام وزارتوں کے دفاتر واقع تھے - یہ مسولینی کے عروج کے آغاز کا ذکر ہے - جبکہ ملک کو ابھی ابھی اشتراکیت کی افراتفری اور خون خرابہ سے نجات ملی تھی"۔

"مسولینی نے ان ہی دنوں ایک انگریز درزی سے نہایت چست اور نفیس کپڑے تیار کرائے تھے - ایک گھوڑا بھی خرید لیا تھا اور سنگ مرمر کے خوشنما ایوانوں میں اس طرح پھرا کرتا تھا جیسے کوئی امیر جس کا خاندان کئی پشتوں سے شاندار محلوں میں رہتا چلا آیا ہو - یہ امیرزادی ہر روز مسولینی سے ملتی تھی اور مسولینی بھی محبّت اور کامرانی کے نشے میں سرشار اس کی جائے رہائش پر لوگوں سے خراج عقیدت وصول کیا کرتا تھا"۔

"یہ عورت بڑی حساس واقع ہوئی تھی - وہ مسولینی کے ساتھیوں کو اس کے گرد دیکھ کر حسد سے جل مرتی تھی - جب وہ اپنے محبوب کو ہر وقت سلطنت کی الجھنوں میں پھنسا ہوا اور دنیا ومافیہا سے بے خبر اپنے ارادوں کی تکمیل میں مصروف دیکھتی تو اس کے غصّے کا پارہ کھولاؤ کے درجے تک پہنچ

جاتا - وہ مسولینی کے ساتھ عیش و مسرّت کے چند لمحے گزارنے کی خواہشمند تھی - لیکن اٹلی کے مختارِ مطلق کو چند لمحوں کی فرصت بھی نہ ہوتی تھی" ؛

"ایک دن اس کے صبر کا پیالہ لبریز ہو کر چھلک پڑا - کھٹ سے مسولینی کے کمرے میں جا داخل ہوئی اور فرش پہ پاؤں مار کر بولی "کیا میں آپ سے کبھی تنہائی میں نہ مل سکوں گی ؟ بالکل تنہائی میں . . . سیکرٹریوں اور ملازموں سے الگ . . . آہ بالکل تنہا اور الگ ! "

"مسولینی نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا "اگر آپ ایک پہر کے تڑکے تشریف لائیں تو مجھے بالکل اکیلا پائیں گی - لیکن اس وقت بھی میں سلطنت کے کاموں میں بیحد مصروف ہونگا"

"اسی ایک واقعہ سے آپ مسولینی کی شخصیت کا اندازہ کر سکتے ہیں" ؛

"بینٹیو مسولینی اوائل عمر ہی سے عورتوں کی صحبت کا دلدادہ تھا اور اس نے اپنی خواہشات کی تکمیل میں کبھی ہچکچاہٹ سے کام نہیں لیا" ؛

"مسولینی بچپن ہی سے بڑا گستاخ اور شریر تھا - یہ اتوار کے دن ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوا تھا - اس کے باپ کا نام انسانڈرو اور ماں کا نام روزا تھا - پیشہ کے اعتبار سے انسانڈرو لوہار تھا - مگر اس نے ایک چھوٹی سی شراب کی دکان بھی کھول رکھی تھی - جہاں راشل گوئیدی نامی ایک لڑکی فرش کی صفائی اور بوتلیں وغیرہ دھونے پہ ملازم تھی - مسولینی اس لڑکی سے بہت گھل مل کر رہتا تھا" ؛

"مسولینی کی ماں نہایت ہی قلیل تنخواہ پہ ایک سکول میں ملازمہ تھی اس

نے بہت سے شریر بچوں کو سیدھا کر دیا تھا - لیکن بینیٹو کی شرارتوں سے اس کا بھی ناک میں دم آگیا تھا - ایک روز مسولینی نے مجھ سے خود کہا کہ میں اپنی ماں کو اتنا دق کیا کرتا تھا جتنا باقی تمام بھائی بہنیں اور باپ مل کر بھی نہ کرتے ہوں گے " ۔

اُس کا ننھی لڑکیوں سے راہ و رسم پیدا کرنے کا طریق بھی نرالا تھا - وہ ڈسکوں اور بنچوں کے نیچے چھپ جاتا اور لڑکیوں کی ٹانگوں پہ چٹکیاں لیا کرتا تھا - ان میں جو سب سے زیادہ خوبصورت ہوتی - اس کا کھیتوں میں چھپ کر انتظار کیا کرتا - جب وہ بھاگتی ہوئی سکول کو آتی تو ایک دم جھپٹ پڑتا - غرض یہ ننھی لڑکیوں کو بہت تنگ کیا کرتا تھا - کسی کا منہ نوچا - کسی کے بال کھسوٹے - کسی کو ایک تھپڑ رسید کر دیا اور کبھی منہ چڑا کر یہ جا وہ جا لیکن اس کے باوجود یہ لڑکیاں اس کی صحبت میں بہت خوش رہتی تھیں اور اس کی دوستی پر فخر کیا کرتی تھیں "۔

" دس بارہ سال کی عمر میں اس کے اطوار میں ایک نئی تبدیلی پیدا ہوئی جس نے اس کی ماں کو اور بھی پریشان کر دیا - یعنی اب وہ لڑکیاں اُس کے لئے محض کھیل کا ساتھی نہ رہی تھیں بلکہ اسکی آنکھوں میں انکو دیکھ کر ایک اور ہی قسم کی چمک پیدا ہونے لگی تھی - اب یہ لڑکیوں سے بوسہ بازی بھی کرنے لگا تھا "۔

" کچھ عرصہ کے بعد مسولینی کے دوستوں میں ایک عجیب وغریب اضافہ ہوا - یہ بوڑھی گیووانا تھی - جسے ڈوویا کے لوگ جادوگرنی سمجھتے تھے - یہ نجوم اور جوتش میں کافی دسترس رکھتی تھی - یہ مسولینی کو بتایا کرتی تھی کہ جوانی میں

اس کے حسن کا جادو کتنے لوگوں پر چل چکا تھا۔ یہ ڈھڈو تین خاوندوں کو عدم آباد کا راستہ دکھا چکی تھی۔ اس نے مسولینی کو نجوم اور جوتش کے علاوہ بھولی بھالی خوبصورت لڑکیوں کو رام کرنے کے فن میں بھی طاق کر دیا"۔

"لیکن جلد ہی مسولینی کو گوالیٹری نامی گاؤں کے دیہاتی سکول میں مدرس کی جگہ مل گئی۔ جہاں اُسے مکان اور خوراک کے علاوہ ۴۰ لیرا ماہوار ملتے تھے۔ اور ساڑھے آٹھ بجے صبح سے ایک بجے بعد دوپہر تک کام کرنا پڑتا تھا۔ باقی وقت وہ بڑے بڑے آدمیوں کے حالات پڑھنے میں صرف کیا کرتا تھا۔ اسے میکیاولی کا یہ اصول بہت پسند آیا کہ جس طرح بھی ہو اپنا مقصد حاصل کر لینا چاہیئے"۔

"گوالیٹری بڑی پُر فضا جگہ تھی اور خوبصورت لڑکیوں کی بھی کمی نہ تھی۔ یہاں پہنچتے ہی ایک خوبصورت دوشیزہ اس کی نظر چڑھ گئی اور مسولینی نے اسکو جال میں پھنسانے کی ٹھان لی"۔

"اس وقت مسولینی کے لئے دن عید اور رات شب برات تھی۔ لیکن یہ حالت زیادہ دیر تک قائم نہ رہی۔ وہ ہمیشہ مقروض رہتا تھا۔ جُوا اس کا محبوب شغل تھا اور جب مزے میں آ جاتا تو ستار لیکر محبت کے ترانے گایا کرتا تھا۔ لڑکیاں اس کے پیچھے دیوانی ہو رہی تھیں —— لیکن جب انکی ملاقاتوں کے چرچے ہونے لگے۔ تو ان کے والدین نے انہیں مسولینی کے ساتھ ارتباط بڑھانے اور چاندنی راتوں کی سیر سے منع کر دیا"۔

"یہاں مسولینی کے فوجی ملازمت سے بچنے کے لئے سوئٹزرلینڈ بھاگ

جانے کی داستان چھیڑنے کا موقعہ نہیں ۔سوئٹزرلینڈ میں مسولینی کی زندگی بہت بُری طرح گذری ۔کھانے کو روٹی نہ پہننے کو کپڑا ۔ اکثر دریا کے پل کے نیچے رات گذارنی پڑتی اور جب بارش کی شدت یہاں بھی نہ ٹھہرنے دیتی تو شہر کی طرف اُٹھ بھاگتا اور کیچڑ گارے میں لت پت کسی چھاپہ خانہ کے صحن میں پھینکے ہوئے ٹوٹے پھوٹے صندوق میں جا گھستا۔ اِن مصیبتوں کی مارسے محبّت کے بھوت کا بھاگ جانا قدرتی امر تھا ۔ لیکن اِن حالات میں گوئٹے کا یہ مصرع اس کے لئے بیحد تسکین کا باعث ہوتا تھا ۔ کہ

"اتوار کی پیدائش خوش نصیبی اور شہرت کی نشانی ہے"

"سوئٹزرلینڈ میں اُسنے بہت سے طالب علم اور پناہ گزین لڑکوں اور لڑکیوں سے یارانہ گانٹھ لیا ۔ سب لڑکیاں اس کی بیحد دلدادہ تھیں ۔خصوصًا ایک لڑکی ہیلن نامی سے تو اس کے تعلقات بہت ہی گہرے ہو گئے" ۔

"اگرچہ جلاوطنی کے دِنوں میں مسولینی کی زندگی بہت بُری طرح گذر رہی تھی ۔لیکن تمام مصیبتوں کے باوجود اس نے جرمن اور فرانسیسی زبانیں سیکھنے میں کمال مستعدی اور محنت سے کام لیا ۔ رات کو بتی کی روشنی میں وہ زبانوں کی گرامر پڑھا کرتا تھا" ۔

"مذہب سے مسولینی کو پہلے ہی کچھ زیادہ واسطہ نہ تھا ۔لیکن سوئٹزرلینڈ میں وہ مذہب اور خدا سے بالکل بے تعلق ہو گیا" ۔

"سوئٹزرلینڈ میں بھی اسے آرام سے زندگی کے دن گزارنے کا موقعہ نہ ملا ۔ پولیس اسکے پیچھے پڑ گئی اور تھوڑے ہی عرصہ بعد اُسے بھاگ جانے کے

سوا کوئی چارہ نہ رہا"۔

"چنانچہ بیک بینی و دوگوش فرانس کے ایک گاؤں میں پہنچا لیکن بدقسمتی نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ کوئی معقول روزگار نہ مل سکتا تھا۔ اس نے بچوں کو پڑھا کر گذران کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اس میں بھی کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ اور محنت مزدوری کی تلاش بھی بے سود ثابت ہوئی سخت مشکل کا سامنا تھا کرے تو کیا کرے"۔

"ایک رات اسی ادھیڑبن میں لیٹا ہوا آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا کہ یکایک اس کے دل میں گیوواناکے سکھائے ہوئے ہنر سے کام لینے کا خیال پیدا ہوا۔ جس گھر میں وہ رہتا تھا۔ اس کی مالکہ اگرچہ عمر کے اس حصّے سے گذر چکی تھی۔ جسے جوانی کی راتیں مرادوں کے دِن کہا جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی اُس میں کافی کشش باقی تھی۔ مسولینی اس کے پاس جاکر بولا "میں تمہاری گذشتہ، موجودہ اور آئندہ زندگی کے حالات بتا سکتا ہوں" اس کی چکنی چپڑی باتوں سے وہ اس کا ہنر آزمانے پر آمادہ ہوگئی۔ مسولینی نے تاش کے میلے کچیلے پتے نکال کر میز پر پھیلا دیئے اور نجومیوں کے مخصوص انداز میں کچھ عجیب وغریب الفاظ اس کے منہ سے نکلنے لگے۔ مالکہ مکان کو پہلے تو اتنی ہنسی آئی کہ ضبط کرنا محال ہو رہا تھا۔ لیکن جلد ہی یہ ہنسی تعجب اور مسرت کے آنسوؤں میں تبدیل ہوگئی۔ اس نے نہ صرف مسولینی کو وہ روپیہ معاف کر دیا جو کرایہ وغیرہ کے سلسلے میں اس کے ذمے باقی تھا بلکہ ہمسایہ کی عورتوں کو بھی بُلا لائی کہ آؤ۔ اِس اطالوی مہاتما کے کمالات دیکھو۔ جو نہ صرف زبان سے بلکہ

ہاتھوں، آنکھوں اور جسم کے ہر ایک عضو سے باتیں کر سکتا ہے"۔

"اب مسولینی کی شہرت خوب پھیلی۔ بڑے بڑے آدمیوں کی عورتیں اس سے اپنی قسمت کے حالات پوچھنے کے لئے آنے لگیں اور تھوڑے ہی دنوں میں اس کے پاس کافی رقم جمع ہو گئی۔ فرانسیسی عورتوں اور نوجوان لڑکیوں میں اُسے ہر لحاظ سے اور ہر قسم کی کامیابی حاصل ہوئی۔ لیکن اس کا دل یہاں نہ لگتا تھا۔ اُسے اپنی حسین اور طرار ہیلن کی یاد ستا رہی تھی۔ اور وہ سوئٹزر لینڈ جانے کے لئے بیقرار تھا۔ جہاں اس کی محبوبہ ہیلن رہتی تھی ــــ اور جہاں پولیس بھی اس کی تلاش میں تھی"۔

"چونکہ اسے راستے میں گرفتار ہو کر جیل میں ٹھونس دیا جانے کا خطرہ تھا۔ اس لئے اس نے فیصلہ کیا کہ رات کو پیدل سفر کیا جائے اور دن کو بھی ریل گاڑی میں سوار نہ ہو۔ ہیلن کے گھر پہنچا تو رات کا وقت تھا۔ مسولینی نے کھڑکی پر چند پتھر پھینکے۔ ہیلن کے ساتھ اس کی ایک سہیلی بھی گھر میں موجود تھی۔ دونوں باہر آ کر کسی نہ کسی طرح مسولینی کو اپنے کمرے میں لے گئیں۔ لیکن ہیلن مسولینی سے بخوبی واقف تھی۔ اس لئے اس نے یہی مناسب سمجھا۔ کہ وہ اور اس کی سہیلی کسی اور کمرے میں جا سوئیں۔ مسولینی کو اس حرکت سے غصہ تو آیا لیکن کیا کر سکتا تھا۔ مجبوراً ہیلن کے بستر پر لیٹ کر رات بسر کر دی"۔

"اُن دنوں ایک بھدی سی ٹوپی پہنے، سیاہ گنجان داڑھی لگائے اور منہ میں سگرٹ لئے مسولینی ہر قسم کی شرارت کے لئے تیار رہتا ــــ لیکن

دل کا بھی عجب حال ہے کبھی رتی کبھی ماشہ ؎

"یکایک مسولینی کے دل میں اپنے باپ کی ملازمہ اور ماں کے آخری لمحوں کی تیماردار راشیل سے ملنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اور یہ وطن کی جانب چل پڑا۔ راشیل نے اس کا استقبال بڑی گرمجوشی سے کیا۔ اس بیچاری کے لئے مسولینی اپنے زمانہ کا کولمبس تھا۔ جو عجیب و غریب چیزیں دیکھ کر اور نئی دنیا دریافت کر کے آیا تھا۔ چنانچہ وہ اسے اپنا دیوتا سمجھ رہی تھی۔ اس کے علاوہ راشیل کو گانے سے بھی بڑی رغبت تھی۔ مسولینی جب اُسے ستار پر کوئی گیت، اپنے پُرجوش انداز میں سناتا تو اس کی مسرت کی انتہا نہ ہوتی تھی"۔

"یہی راشیل آجکل مسولینی کے گھر کی مالک اور اس کے بچوں کی ماں ہے۔ ازدواجی زندگی کے آغاز میں، راشیل اپنے خاوند کی راحت کا خاص خیال رکھتی تھی۔ گھر کو صاف ستھرا رکھنے، حیثیت کے مطابق اچھے اچھے کھانے تیار کرنے، اور اس کے دوستوں کی خاطر مدارات میں خاص اہتمام سے کام لیتی تھی"۔

اُس طرح دن بسر ہو رہے تھے کہ پولیس پھر تعاقب میں آن پہنچی۔ اور ہتھکڑیاں لگا کر لے گئی۔ مسولینی ایک سال کے لئے جیل میں ٹھونس دیا گیا اس دوران میں راشیل کی حالت قابل رحم تھی۔ اگر ہمسائے مدد نہ کرتے تو یہ بیچاری فاقوں کے مارے چل بسی ہوتی"۔

"مسولینی پانچ ماہ کے بعد رہا ہو گیا۔ اس دوران میں اس نے

ایک کتاب بھی لکھ لی تھی - راشیل کی مسرت کا ٹھکانہ نہ تھا - اس نے مسولینی کے لئے بڑی محنت سے ایک پوشاک تیار کر رکھی تھی جو بعض پہلوؤں سے بے ڈھنگی ہونے کے باوجود مسولینی کے نزدیک بہترین پوشاک تھی - زندگی کے دن اب بھی کچھ بہت آرام سے نہ گزرتے تھے - لیکن مسولینی ہمیشہ یہ کہہ کر راشیل کا حوصلہ بڑھایا کرتا تھا کہ گلوں کے ساتھ خار کی موجودگی لازمی ہے - اُن دنوں راشیل کے ہاں دوسرا بچہ پیدا ہونے والا تھا —— آج وہ پانچ بچوں کی ماں ہے"

" وہی مسولینی آج اٹلی اور اس کے باشندوں کی قسمت کا مالک بنا ہوا ہے "

"بام عروج پر پہنچ جانے پر بھی ایک وقت ایسا آیا جب لوگوں میں مسولینی کی رنگین راتوں کے چرچے ہو رہے تھے اور اس میں تو کسی کو کلام ہی نہیں کہ بہت سی عورتیں اس کے پیچھے دیوانی ہو رہی ہیں اور طرح طرح سے اپنی عقیدتمندی کا اظہار کرتی ہیں " ﴿

"لیکن ان تمام رنگینیوں کے باوجود مسولینی کی یہ رائے ہے کہ عورت کو جسمانی اور دماغی اعتبار سے مرد سے کمتر درجہ حاصل ہے نیز رات کو کسی کے آغوش میں جن خوابوں کی تعبیر ہوئی ہو انہیں دن کے وقت بھول جانا چاہیئے" ﴿

خوبصورت بلا

شاہِ فرانس کی ملکہ

(محترمہ سعیدہ خاتون صاحبہ)

فرانس کے پرنس ہنری نیوار کی ملکہ مارگریٹ کی ساری زندگی ایک فسانہ ہے۔ شادی کے بعد میاں بیوی میں ہمیشہ لڑائی جھگڑا رہا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند سال کے بعد مارگریٹ نے طلاق لے لی۔ طلاق کے بعد مارگرٹ کی حیثیت میں کوئی خصوصیت نہ رہی۔ حتیٰ کہ اس کی موت کے وقت کسی کو خیال تک نہ ہوا کہ یہ گمنامی کے عالم میں مرنے والی حسینہ ایک عالی قدر ملکہ تھی۔ اب فرانس کی حکومت نے اجازت دی ہے کہ لیکار کے تاریخی قبرستان کو کھود کر اس کی قبر کا پتہ لگایا جائے ؂

ملکہ مارگریٹ اپنی ماں ملکہ کیتھرائن کی عجیب وغریب سازشوں کا آلہ کار تھی۔ اس پر کئی جرائم کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔ یہ ہر وقت اپنے پاس ایک زہر میں بجھا ہوا خنجر رکھتی تھی۔ وہ مہلک زہروں کے استعمال میں ماہر تھی۔ اس زمانے میں زہر سے ہلاک کرنے کے کئی طریقے رائج تھے۔ اور ملکہ

کیتھرائن اُن سب میں طاق تھی۔ اس نے یہ خوفناک مہارت حاصل کرنے کی زحمت اِس لئے اُٹھائی تھی کہ وہ شاہِ فرانس کے رشتہ دار اور اپنے داماد ہنری نیوارکو اپنے راستے سے ہٹانا چاہتی تھی۔ لیکن "جس کو رکھے سائیاں مار نہ سکے کو" ہنری ہر بار بال بال بچ جاتا تھا۔ ایک واقعہ سُن لیجئے:۔

ایک مرتبہ ملکہ کیتھرائن نے ایک نہایت ہی مہلک زہر تیار کیا اور اسے کتاب کے اوراق پر لگا دیا۔ زہر لگانے کے علاوہ کتاب کے اوراق کو کسی ترکیب سے آپس میں جوڑ دیا گیا۔ تاکہ پڑھنے والا اپنی انگلیوں کو تھوک سے تر کر کے ان اوراق کو جدا کرے اور اس طرح تھوک کے ذریعہ یہ زہر قاتل اس کے جسم میں داخل ہوتا جائے۔ کتاب فنِ شکار کے متعلق تھی اور ہنری کو شکار کا بہت شوق تھا:۔

کیتھرائن نے یہ زہر آلود کتاب مارگرٹ کو دے کر حکم دیا کہ اسے اپنے شوہر کے پڑھنے کے کمرے میں رکھ دے۔ چنانچہ کتاب ایک نمایاں مقام پر رکھ دی گئی۔ جہاں ہنری کی نظر فوراً پڑ جائے۔ اِس کے بعد بڑی بے صبری سے اِس خونی کھیل کے نتیجہ کا انتظار ہونے لگا۔ لیکن خوش قسمت ہنری اس مرتبہ بھی نتیجہ سے بچ گیا۔ کتاب کمرے میں رکھے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد ملکہ کیتھرائن کا بڑا بیٹا چارلس نہم، شاہ فرانس پرنس ہنری سے کچھ باتیں کرنے کے لئے اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ لیکن جب اسے موجود نہ پایا تو وہی زہر آلود کتاب اُٹھا کر پڑھنے لگا۔ ہر ورق اُلٹتے وقت مہلک زہر کی کچھ مقدار اس کے اندر چلی جاتی تھی۔ چارلس بے خبری کے عالم میں مطالعہ

ہیں محو تھا اور زہر آہستہ آہستہ اپنا کام کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد چارلس کو تکلیف محسوس ہونے لگی۔ اس کا وفادار شکاری کتا پاس ہی بیٹھا تھا اپنے مالک کو بیقرار دیکھ کر وہ اس کے ہاتھوں اور کتاب کو چاٹنے لگا۔ لیکن چند منٹ کے بعد کتے کی حالت غیر ہو گئی اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا کتے کی یہ حالت دیکھتے ہی چارلس چلا اُٹھا "شیطان کی پناہ! یہ کتاب زہر آلود تھی۔ یہ غشی، یہ تکلیف اسی زہر کا نتیجہ ہے۔ چلو۔ کوئی دوڑو اور زہروں کے ماہر میر رینی کو دس منٹ کے اندر یہاں لے آؤ۔"

رینی آیا تو چارلس نے اس کا بازو مضبوطی سے پکڑ کر کہا "سنو رینی غور سے سنو۔ تم نے ملکہ نیوار کو دستانوں کے ذریعہ اور شہزادہ پورشین کو لیمپ کے دھوئیں سے زہر دیا تھا۔ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ بتاؤ یہ کتاب کس کی ہے۔ ورنہ یاد رکھو۔ میں تمہاری کھال ادھیڑ دوں گا اور گوشت ہڈیوں سے الگ کر کے چھوڑوں گا"۔

رینی کے لئے افشائے راز کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ ذرا سی دیر سوچ کر کہنے لگا۔ "لیکن اگر میں یہ راز بتا دوں تو میری جان کا کون ذمہ وار ہو گا؟"

"میں"

"وعدہ کیجئے"

"میں ایک بادشاہ اور شریف انسان کی حیثیت میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری جان کی ہر ممکن حفاظت کرونگا"۔

"تو حضور میں سچ کہتا ہوں کہ یہ کتاب میری ہے" ۔

"تمہاری ؟"

"ہاں جناب میری ۔ اور یہ بڑی ملکہ (کیتھرائن) نے مجھ سے لی تھی" ۔

"بڑی ملکہ نے ؟ وہ کس لئے ؟"

"جہاں تک میرا خیال ہے ۔ اُن کا مقصد آپ کو گزند پہنچانا نہیں تھا ۔ وہ شاہ نیوار کی جان لینا چاہتی تھی ۔ یہ کتاب اس لئے منتخب کی گئی کہ پرنس ہنری کو یہ موضوع بیحد پسند ہے" ۔

"اُف توبہ" ! شاہ چارلس درد و کرب سے بے چین ہو کر کرسی پر گر پڑا ۔

ملکہ مارگرٹ نہایت ہی حسین و جمیل تھی ۔ اس پر کئی قسم کے الزام لگائے جاتے ہیں ۔ لیکن وہ اپنی ماں کی طرح بے رحم نہ تھی ۔ اس نے کئی مرتبہ ایسے لوگوں کی جان بچائی جن سے بظاہر اس کو کوئی تعلق نہ تھا ۔ لیکن عشق و محبت اور عیش و عشرت کے معاملے میں یہ آپے سے باہر ہو جاتی تھی اور اس کی ہوس رانیوں کی راہ میں کوئی حائل نہ ہو سکتا تھا ۔ چنانچہ ایک وقت آیا کہ اُسکا دل ایک نچلے طبقہ کے نوجوان پر آگیا ۔ جسے وہ علانیہ طور پر اپنا معمولی واقف (بھی) تسلیم نہ کر سکتی تھی ۔ مارگرٹ ایک پرانی عمارت میں جو دریائے سین کے کنارے واقع تھی ۔ پوشیدہ طور پر اس نوجوان سے رنگ رلیاں منانے لگی ۔ لیکن آخر اس کی طبیعت سیر ہو گئی اور کسی نئے شکار کی خواہش پیدا ہوئی ۔ چنانچہ ایک رات جب دل کھول کر دادِ عیش دینے کے بعد نوجوان سو گیا ۔ تو ملکہ کے ایما

سے اسے بیہوش کیا گیا اور مشکیں باندھ کر دریائے سین میں گرا دیا گیا۔ لیکن اتفاق سے اس نوجوان کی جان بچ گئی ؛

ملکہ مارگرٹ کو کسی وقت بھی نئے عاشقوں سے سیری نہ ہوتی تھی۔ اور ایک نوجوان سے طبیعت بھر جانے پر اس کو اپنے راستہ سے ہٹا دینے میں اسے ذرا بھی باک نہ ہوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اس نے ایک نہایت قیمتی گون پہنا۔ جس میں بارہ جیب تھے اور ہر جیب میں ایک عاشق کا دل تھا اسی طرح ایک امیر عاشق نے اس پر بدچلنی اور ہوس رانی کے کئی الزام لگائے۔ اس نے بتایا کہ ملکہ کے ساتھ میرے تعلقات ہو جانے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس چشمۂ حسن سے بہت سے تشنگانِ عشق اپنی پیاس بجھا چکے ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ ہنری نیوار کے حکم سے مارگرٹ اٹھارہ برس تک مختلف قلعوں میں نظر بند رہی۔ لیکن ملکہ کی ہوس رانیوں کے راستے میں قلعہ کی دیواریں بھی حائل نہ ہو سکیں۔ وہ بدستور مختلف طریقوں سے نئے نئے عاشقوں کی صحبت کا لطف اٹھاتی رہی ؛

ملکہ کلوپیٹرا

دُنیا کی حسین ترین ملکہ کا عشق

(از خوشتر)

مصر کی ملکہ کلوپیٹرا کو آج تک دُنیا کی حسین ترین عورت سمجھا جاتا ہے ممکن ہے بعض لوگوں کو اِس سے اختلاف ہو۔ لیکن اِس حقیقت سے مجالِ انکار نہیں کہ اِس حسین ملکہ نے اپنے حسن و جمال، اپنی خونخوار فطرت اور اپنی محبت کے افسانوں کی بدولت دنیا کی تاریخ میں ایک ناقابل فراموش حیثیت اختیار کر لی ہے ؛

ابھی وہ سولہ سترہ سال ہی کی تھی کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا ۔ اُن دِنوں مصر میں بھائی بہن کی شادی کا رواج عام تھا۔ کلوپیٹرا کا باپ مرتے وقت وصیت کر گیا تھا کہ اس کی شادی اس کے چھوٹے بھائی کے ساتھ کر دی جائے ۔ لیکن بھائی نے تخت پر بیٹھتے ہی کمال عیاری سے کام لیا اس نے امیروں وزیروں کو اپنے ساتھ ملا کر بہن کو تخت و تاج سے محروم کر دیا اور وہ مصر سے نکل جانے پر مجبور ہو گئی ؛

کلوپیٹرا مصر سے نکل کر چند وفادار ہمراہیوں کے ساتھ شام پہنچی۔ اُس کے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ شام سے اس نے جولیس سیزر کو ایک پیغام بھیجا۔ جولیس کے کانوں تک اس کے حُسنِ عالمتاب کی شہرت پہنچ چکی تھی۔ وہ لاؤلشکر لے کر چل پڑا۔ نام کا شیدا تو پہلے ہی تھا۔ صورت دیکھکر اور بھی دیوانہ ہوگیا۔ کلوپیٹرا نے اپنے حسن کے جادو سے جولیس سیزر کو اپنا بندۂ بے دام بنا لیا اور وہ دل و جاں سے اس کی امداد پر آمادہ ہوگیا

کلوپیٹرا کے عاشقوں میں بیسوں شہزادے اور سینکڑوں جرنیل اور سردار شامل تھے۔ باہمی رقابت کا یہ عالم تھا کہ آپس میں کٹ کٹ کر مر رہے تھے۔ مگر جس وقت انہیں جولیس سیزر کی کامیابی کا حال معلوم ہؤا۔ تو سب کے سب متحد ہو کر اس کے ساتھ جنگ کرنے کو تیار ہوگئے۔ مرائے نامی ایک مشہور باغی رومن سردار سپہ سالار بن گیا۔ کئی ماہ تک جنگ و جدل کا ہنگامہ گرم رہا اور مقتولوں کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچی ۔

کلوپیٹرا کو اس قتل و خون سے بیحد مسرت ہوتی تھی۔ بعض مورخوں نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ وہ اپنے عاشقوں کے خون سے غسل کیا کرتی تھی۔ اس کی اِس خواہش نے جولیس سیزر کو بھی حد درجہ کا بیرحم اور خونخوار بنا دیا تھا۔ وہ کلوپیٹرا کے عاشقوں کو گرفتار کر کے لاتا۔ کلوپیٹرا انہیں طرح طرح کی اذیتیں دے کر مرواتی اور انکی آہ و بکا سُن کر قہقہے لگاتی۔ جولیس سیزر جنگ و جدل میں مصروف رہتا اور کلوپیٹرا اس کے محل میں عیش کرتی تھی جولیس سیزر اس کی ہر حرکت کو نظر انداز کر دیتا تھا۔ حتیٰ کہ اس نے جولیس

کی کئی بیویوں کو دریا میں ڈبو کر مروا دیا ❖

آخر جنگ ختم ہو گئی - جولیس سیزر کامیاب و کامران ہوا - مگر لوگ کلوپیٹرا کی حرکات سے اِس قدر ناراض ہو رہے تھے کہ شہنشاہ نے کلوپیٹرا سے چھٹکارا حاصل کر لینے ہی میں مصلحت سمجھا - ادھر کلیوپیٹرا کا بھائی لہ نہ ہ براندام تھا - وہ جانتا تھا کہ اگر بہن کے مطالبات منظور نہ کئے تو جولیس سیزر مصر کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا - آخر وہ کلیوپیٹرا کو مصر لے گیا جہاں بہن بھائی کی شادی ہو گئی ❖

جولیس سیزر واپس تو آ گیا لیکن دل کو قرار نہ تھا - اِدھر کلوپیٹرا بھی اس کے بغیر نہ رہ سکتی تھی - دونوں کے عشق و محبت کے حالات پہلے ہی طشت از بام ہو چکے تھے - لیکن کلوپیٹرا نے کسی بات کی پرواہ نہ کی - وہ سیر کے بہانے روم جا پہنچی - وہاں اپنے شوہر کو زہر دے کر مار ڈالا - اور جولیس سیزر کے ساتھ گلچھرّے اُڑانے لگی - لیکن جولیس سیزر کی یہ عیش پرستی آخر رنگ لائی - بغاوت کی آگ بھڑک اُٹھی اور جولیس سیزر باغیوں سے لڑتا ہوا مارا گیا ❖

جولیس سیزر کے موت کے صدمہ سے کلوپیٹرا کے ہوش و حواس جاتے رہے - وہ بہت عرصہ تک پاگلوں کی طرح گلی کوچوں میں پھرتی اور اور جنگل بیابانوں کی خاک چھانتی رہی - آخر عشق کا بھوت اُترا تو وطن کی سوجھی اور مصر کو لوٹ آئی ❖

روما میں خانہ جنگی اور بغاوت کا سرغنہ جولیس سیزر کا مشہور جرنیل

انطونی تھا۔ وہ بھی کلوپیٹرا کو دل دے بیٹھا تھا۔ جولیس سیزر کی موت سے میدان صاف ہو گیا۔ تو اس نے کلوپیٹرا کو شادی کا پیغام بھیجا۔ کلوپیٹرا ایک آراستہ و پیراستہ جہاز پر سوار ہو کر اپنے عاشق کی ملاقات کو آئی۔ انطونی محبت میں دیوانہ ہو رہا تھا۔ وہ روما کو خیرباد کہہ کر مصر آ گیا دن عید اور رات شب برات کی مانند گزرنے لگی۔ اُن کی والہانہ محبت کے چرچے اِس قدر بڑھے کہ لوگوں نے انکی پرستش شروع کر دی ؞

یکایک ان کی حسین اور خوش گوار زندگی میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا۔ انطونی کی گرمجوشی سرد مہری میں تبدیل ہونے لگی۔ اس کے حسن پرست دل کو کسی اور حسینہ کی تلاش ہوئی۔ اس کی نئی محبوبہ اوکٹویہ نہایت حسین اور شباب کی تمام رعنائیوں کی مالک تھی۔ انطونی کلوپیٹرا کو چھوڑ کر اس کی زلفوں کا اسیر ہو گیا۔ لیکن کلوپیٹرا اب بھی اسے اپنے دل کی تمام گہرائیوں سے چاہتی تھی۔ آخر اس کی سچی محبت نے اثر دکھایا اور انطونی پھر اسی کا ہو گیا ؞

لیکن اب انطونی کے دل میں سلطنت کی ہوس پیدا ہو گئی اور وہ ایک جرار فوج لے کر روما پر چڑھ دوڑا۔ کلوپیٹرا نے اس کی ہر طرح امداد کی۔ مگر کامیابی نہ ہوئی اور اسے شکست کھا کر واپس لوٹنا پڑا۔ اب تو کلوپیٹرا ندامت سے کٹ گئی۔ اس کی محبت بھی اسے ایک شکست خوردہ بھگوڑے سے ملاقات کرنے پر مائل نہ کر سکی۔ چنانچہ اس نے ملاقات سے انکار کر دیا۔ اِس انکار کا انطونی کو اِس قدر صدمہ ہوا

کہ وہ دوسرے ہی دن اِس دارِفانی سے کوچ کر گیا - اور اِدھر کلوبیٹرا نے شکستہ دل ہو کر اپنے سینہ کو سانپ سے ڈسوا لیا ؛

یہ تھا اِس خونخوار حسینہ کا انجام !

محبّت کی موت

اطالوی ساحرہ ایلینورا ڈوس کی دردناک کہانی پولا اینگری اور خود ایلینورا کی زبانی

(از خوشتر)

پولا اینگری کی زبانی

جب میں اپنے غم و الم کا تذکرہ کرتی ہوں تو میرے سامنے ایک ایسی عورت کی تصویر آجاتی ہے۔ جس کی محبت میری طرح پاکیزگی اور صدق و خلوص سے لبریز تھی۔ ایلینورا ڈوس کی دوستی میری زندگی کی متاعِ عزیز ہے۔ وہ ٹریجیڈی کی ملکہ تھی۔ جس کسی کو تھوڑا سا وقت بھی اس کی صحبت میں گزارنے کا شرف حاصل ہو جائے۔ پھر اسے ساری عمر نہیں بھول سکتا تھا۔ میری اور اس کی پہلی ملاقات کا منظر اب تک میری چشمِ تصور کے سامنے موجود اور لوحِ دل پر نقش ہے۔ وہ دنیا کی بے مثال آرٹسٹ تھی۔ میری بچپن ہی سے خواہش تھی کہ اسے سٹیج پر کام کرتے اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔

جب میں نے لاس انجیلز میں اس کی آمد کی خبر سُنی۔ تو میری خوشی

کی انتہا نہ رہی ۔ میں نے پہلے ہی اپنے لئے ایک بکس مخصوص کروا لیا ۔ اس موقع پر میری حالت بھی سینما اور تھیئٹر کے عام شائقین کی سی تھی ۔ اٹلی کی بہترین ایکٹرس کو دیکھنے کے شوق سے بیقرار ہو کر میں وقت سے بہت پہلے ۔ پھولوں کا ایک گلدستہ لئے اپنی جگہ پر جا بیٹھی ۔ جب ٹریجیڈی کی یہ حسین ملکہ سٹیج پر نمودار ہوئی تو ہر طرف سکوت طاری ہو گیا ؛

حسن کا ایک پتلا اور نرم و نازک مجسمہ تھا ۔ جس کے بال اس کے نورانی رخساروں سے پیچھے ہٹائے ہوئے تھے ۔ اس کے پتلے سے چہرے سے روحانیت کی آتشین شعاعیں نکل کر چاروں طرف پھیل رہی تھیں ۔ یہ کوئی انسانی ہستی نہ تھی بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عقل و ہنر سے مالا مال کوئی مقدس حور ہمارے سامنے آ کھڑی ہوئی ہے ؛

اگرچہ وہ شباب کی رنگین حدود سے گزر چکی تھی ۔ لیکن پھر بھی مہارتِ فن کی بدولت خوبصورتی کا سماں پیدا کرنے میں کامیاب ہوئی تھی ۔ آج تک وہ باوقار مگر مضطرب چہرہ اور وہ حیرت انگیز ہاتھ جن کی خوبصورتی کا ایک زمانہ معترف تھا ۔ مجھے اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آتے ہیں ۔ یہ تھی ایلینورا آرٹسٹ ؛

اس کے بعد میں نے ایلینورا کو عورت کی حیثیت میں دیکھا ۔ ایک ایسی عورت کی حیثیت میں جو زندگی کی شراب کے جام خوب سیر ہو کر چڑھا چکی تھی اور زمانے کے سرد و گرم سے پورے طور پر آشنا ہو چکی تھی ۔ میں نے اسے پھولوں کا گلدستہ اور ایک تہنیت نامہ ارسال کیا ۔ جس کے

جواب میں اس نے مجھے اپنے ہوٹل میں آنے کی دعوت دی۔ وہ مجھ سے مل کر بہت خوش ہوئی اور میرے کمالِ فن کی تعریف کرنے لگی۔ پھر یوں گویا ہوئی "میری دُنیا اب پُرانی ہو چکی ہے۔ مگر تمہارے بحرِ حیات میں ابھی شباب کے تلاطم کا آغاز ہوا ہے۔ تمہارا فن ایک جدید فن ہے اور مستقبل میں یہی فن دنیا کی آنکھوں میں خیرگی پیدا کریگا۔ تم زورقِ ماہتاب ہو۔ مگر میں چراغِ سحری ہوں"

یہ ملاقات اس دوستی کی ابتدا تھی جو ایلینورا کے آخری دم تک ہم دونوں میں قائم رہی۔ کچھ دنوں کے لئے میں اور وہ سان فرانسسکو چلی گئیں۔ اگرچہ وہ دائم المریض تھی۔ مگر سٹیج پر ایک نوخیز کلی معلوم ہوتی تھی یہ اس کے فن کا کمال تھا۔ اس کا ہر ایک پارٹ حقیقی زندگی کا مرقع معلوم ہوتا تھا۔ لیکن پرائیویٹ زندگی میں وہ ایک تنہائی پسند اور سنجیدہ و متین عورت تھی۔ اپنے جذبات و حسیات کو کبھی ظاہر نہ ہونے دیتی تھی۔ ماضی کے متعلق اس کے لبوں پر ہمیشہ مہرِ سکوت لگی رہتی تھی۔ یہ سکوت صرف ایک مرتبہ ٹوٹا۔ جبکہ ہم شام کے دھندلکے میں بالاخانے پر بیٹھی تھیں۔ تاریکی کے باعث اس کا چہرہ صاف نظر نہ آتا تھا مگر اس کے ہاتھ اِدھر اُدھر حرکت کرتے صاف دکھائی دیتے تھے۔ اس نے اپنی شیریں اور موہنی آواز میں اپنی حسرت بھری داستان شروع کی اور وہ یہ ہے:-

خود ایلینورا کی زبانی:-

میں نے عمر بھر میں صرف ایک شخص سے محبت کی ہے۔ اُس کا نام

گیبریل ڈی انیزو تھا - مجھے دیگر عشاق اور خاوند کے ساتھ بغلگیر ہونے میں بھی وہ لطف، وہ نشہ اور وہ خود فراموشی حاصل نہ ہوتی تھی - جو اس کی مخمور آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے سے ہوا کرتی تھی - وہ میرے دل و دماغ پر حکومت کرتا تھا - میرا جذبۂ محبت خود غرضی کی بُو سے پاک تھا - مجھے اس سے کسی چیز کی خواہش نہ تھی - میں صرف یہ چاہتی تھی کہ وہ مجھے اپنے ساتھ محبت کرنے دے ؛

جب میں اس سے پہلی مرتبہ ملی تو بہت سے امیر نوجوان، اپنی ساری دولت اور شہرت میرے قدموں پر نثار کر دینے کے لئے تیار تھے - لیکن میں اُن کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھتی تھی - اور وہ ایک غیر معروف شاعر ایک غربت و افلاس کا مارا بیکس انسان، میری تمام آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز تھا - مجھے اس کے ساتھ صرف اس کی ذات کے لئے محبت تھی اور میری محبت اِس بات سے بے نیاز تھی کہ وہ کون تھا اور کیا تھا ؟

اس کی خواہش تھی کہ وہ ترقی اور شہرت کے آسمان پر آفتاب بنکر چمکے اِس لئے میں نے اپنے دل میں ٹھان لی کہ اسے منزلِ مقصود تک پہنچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کروں گی - میں ترقی کے معراج پر پہنچی ہوئی تھی - میرا اثر و رسوخ میرے محبوب کے راستے سے تمام رکاوٹیں دور کر سکتا تھا - چنانچہ میں نقادوں اور منتظموں سے جھگڑ پڑتی تھی اور اِس بات پر اصرار کرتی تھی کہ میں وہی پارٹ کروں گی - جو ڈی انیزو کا لکھا ہوا ہوگا - میں اس کے لکھے ہوئے پارٹ پر اپنا تمام زورِ فن صرف کر دیتی تھی - اس کی قابلیت اور میرا عشق، دونوں مِل کر

عروس کامیابی سے ہمکنار ہو جاتے تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اسکے ڈراموں کی دھوم مچ گئی۔ بڑے بڑے نقاد اس کے پاؤں چومتے نظر آتے تھے ×

یہ دو روحوں کا حیرت انگیز ملاپ تھا۔ گیبریل میرے واسطے ڈرامے لکھا کرتا تھا اور میں انکو سٹیج پر لا کر دُنیا کے سامنے پیش کرتی تھی۔ اب جب کہ فراق کے صدموں نے میری زندگی کو تلخ کر دیا ہے۔ میں صرف ان ہی ڈراموں میں پارٹ کر سکتی ہوں جو گیبریل کی دماغی کاوش کا نتیجہ ہیں ×

بعض اوقات میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ عورت کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ مرد کی محبت میں اپنی ہستی کو بالکل مٹا دیتی ہے۔ وہ اپنا دل کھول کر مرد کے سامنے رکھ دیتی ہے اور مرد بہ اقتضائے بشریت، اس کی قدر نہیں کرتا۔ میں نے اپنا سب کچھ اپنے محبوب کی نذر کر دیا۔ جس شہرت کے لئے وہ اِس قدر بیتاب تھا۔ وہ اسے میری وجہ سے حاصل ہو گئی اور میں نے اپنے دِل کا خزانہ اس کے قدموں پر ڈال دیا۔ لیکن آہ! جس وقت اس پر یہ راز کھل گیا کہ میں اس سے انتہائی محبت کرتی ہوں۔ اسی وقت سے میں اس کو کھو بیٹھی۔ میری عمر اس سے کسی قدر زیادہ تھی۔ بلِغ حسن کی نوخیز کلیاں اس کو مسحور کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ میں نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ گیبریل اب میرا نہیں ہو سکتا۔ میں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس سے ہاتھ دھو لئے ،،

میرے غرور اور خودداری کے جذبات کو بُری طرح ٹھیس لگی تھی لیکن میرے دل میں انتقام کا خیال تک نہ تھا۔ اب میری صرف یہی خواہش تھی کہ

ایک شکست خوردہ انسان کی طرح میدانِ کارزار کو چھوڑ کر کسی تاریک گوشے میں زندگی بسر کر دوں۔ میرا دل اسی دن مُردہ ہو گیا تھا۔ جس دن گیبریل نے اپنی بے رُخی سے میرے شیشۂ اُمید کو چکنا چور کر دیا تھا۔

چنانچہ میں بصد حسرت و یاس سٹیج کو خیرباد کہہ کر دیہات میں چلی گئی۔ تاکہ بقیہ زندگی عیش کی گھڑیوں کی یاد میں گزار دوں۔ دِل سے درد کی شدت دُور ہو چکی تھی۔ لیکن ٹیس ابھی باقی تھی۔ اس طرح کئی سال گزر گئے۔ ایک دن مجھے ایک پارسل ملا۔ کھول کر دیکھا۔ تو گیبریل کی تازہ تصنیف "شعلہ" تھی۔ میں نے سراپا اشتیاق ہو کر لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اُسے کھولا۔ کتاب کو بوسہ دیا اور آنسوؤں کے طوفان نے کئی صفحے تر بتر کر ڈالے۔ یہ گذشتہ ایام کی آواز تھی۔ یہ اس . . . . . . کی تصنیف تھی۔ جس کو میں ہمیشہ کے لئے کھو بیٹھی تھی اور جواب بھی میرے دل و دماغ پر فائض تھا۔

جب میں نے کتاب کا بغور مطالعہ کیا۔ تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اس نے ہماری تمام داستانِ محبت کو طشت از بام کر دیا تھا۔ زمانۂ الفت کے اُن مقدس لمحوں پر سے پردہ اُٹھا کر گویا مجھے تمام دنیا کے لئے سامانِ تضحیک بنا دیا تھا۔ کتابی صورت میں یہ داستان میری مستقل ہجو تھی . . . میرے پاکیزہ جذبات کا تمسخر تھا۔

اس کے بعد جو تلخ گھڑیاں گزریں۔ ان کی تکلیف ناقابلِ بیان ہے۔ اِس تحقیر و تذلیل سے میرے دل کے ٹکڑے ہو گئے۔ رات جوں توں کر کے گذر گئی۔ لیکن صبح کو دیکھا تو میرے سیاہ آبنوس بال رات ہی رات میں سفیدی

مائل ہو چکے تھے ⁂

پولا نیگری کی زبانی :-

داستان ختم اور ایلینورا خاموش ہو گئی - اس وقت رات کے خاموش اندھیرے میں، میں اس کے کرب و اضطراب کا درست اندازہ نہ کر سکتی تھی۔ آہ! بدبخت دنیا نے اُسے گوشۂ تنہائی میں بھی آرام سے نہ بیٹھنے دیا - اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد ایلینورا کے افسردہ دل اور پژمردہ جسم کو ایک اور صدمہ پہنچا - یعنی اس کی تمام جائداد ضبط کر لی گئی ⁂

آخر فاقہ کشی اور غربت نے اسے امریکہ آنے پر مجبور کر دیا - اور یہ انہی شمعدانوں کے آگے جنہیں وہ وداعی الوداع کہہ چکی تھی - اُسے پھر اپنے فن کے جوہر دکھانے پڑے ⁂

سان فرانسسکو کے قیام کی آخری رات کو میں نے پھر اُسے پھولوں کا ایک گلدستہ بھیجا - جب سٹیج پر وہ پھول اس کو پیش کئے گئے - تو اس نے اپنا چہرہ ان میں چھپا لیا - پردہ کئی دفعہ گرا اور اُٹھا - مگر اس کا سر پھولوں میں چھپا ہوا تھا ⁂

پردہ پھر گرا اور جب حاضرین کی دیوانہ وار تالیوں کے بجانے پر ایک مرتبہ پھر اُٹھایا گیا - تو اس وقت بھی وہ اسی حالت میں کھڑی تھی - یہ دیکھ کر مجمع میں فرطِ حیرت سے سرگوشیاں ہونے لگیں - آخر اس نے سر اُٹھایا اور پھر اپنے مشہور عالم وقار اور رعنائی کے ساتھ کام میں مشغول ہو گئی ⁂

بعد کو جب میں نے اس کے آرائش کے کمرے میں اس سے رات والی محویت کا حال پوچھا تو وہ کہنے لگی :-

"میری پیاری! میں اس وقت موت کی آمد کو محسوس کر رہی تھی وہ بہت جلد آ رہی ہے" ؛

ایک ہفتہ کے بعد وہ پٹس برگ میں بصد حسرت و یاس اس دار فانی سے رخصت ہو گئی ؛

دامِ محبّت

جرمنی کے موجودہ ڈکٹیٹر ہٹلر کی داستان

(جناب پروفیسر انباش چند، ایم اے)

جرمنی جانے والے ہر نئے شخص کو ملک کی حدود میں داخل ہونے سے چوبیس گھنٹے کے اندر ہی نازیوں اور جرمنی کے مختار مطلق ہٹلر کے متعلق بہت کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اہل جرمنی ہٹلر کی پرائیویٹ زندگی پر کھلم کھلا بحث نہیں کر سکتے۔ لیکن باتوں باتوں میں ہٹلر کے عشق و محبت کے افسانے بھی اجنبی کے گوش گزار ہو جاتے ہیں۔ لیکن اِس معاملہ میں بہت احتیاط سے کام لیا جاتا ہے۔ کیونکہ جرمنی کی خفیہ پولیس ہٹلر کی پرائیویٹ زندگی کو بے نقاب کرنے کے جرم میں کئی اشخاص گرفتار کر چکی ہے۔ حال ہی میں ایک فرانسیسی اخبار نے "ہٹلر کے خفیہ محبت نامے" کے عنوان سے چند مضامین شائع کئے تھے۔ لیکن جرمن سفیر متعینہ پیرس پنجے جھاڑ کر اس اخبار کے پیچھے پڑ گیا اور پیرس کی خفیہ پولیس نے اس اخبار کے دفتر پر چھاپہ مار کر تمام متعلقہ کاغذات پر قبضہ کر لیا۔

لیکن ہٹلر کی داستانِ محبت کے چند اقتباسات انگلستان کے اخباروں کو بھی بذریعہ تار برقی بھیجے جا چکے تھے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مشرقی ملک کی ایک یہودی لڑکی سے، ہٹلر کو اس زمانے میں محبت ہو گئی تھی۔ جبکہ وہ ابھی ایک معمولی صناع تھا۔ ہٹلر اور اس کی محبوبہ کی پہلی ملاقات ایک ہوٹل میں ہوئی۔ دونوں جانب سے آنکھوں آنکھوں میں اشارے ہو گئے۔ اور کچھ عرصہ بعد دونوں میاں بیوی بن جانے پر بھی راضی ہو گئے۔ لیکن لڑکی کا باپ رضامند نہ ہوا۔ اور اس کے انکار سے ہٹلر کا دل ٹوٹ گیا۔

پھر جن دنوں ہٹلر میونخ میں سکونت پذیر تھا۔ اُن دنوں وہ ایک سبز آنکھوں والی نوخیز حسینہ کے دامِ زلف کا اسیر ہو گیا۔ ہٹلر اس پر بڑی طرح فریفتہ ہو گیا اور اس کو راجہ اندر کے اکھاڑے کی پری سمجھتا تھا۔ یہ ہٹلر کے شوفر کی بہن تھی۔ مدتوں لوگوں میں چہ میگوئیاں ہوتی رہیں کہ اس عورت سے ہٹلر کی نسبت قرار پا گئی ہے۔ لیکن یہ بیل بھی منڈھے نہ چڑھی

ہٹلر خود بھی بہت سی عورتوں کی توجہ کا مرکز بنا رہا ہے۔ یہ بات تو جرمنی کے بچے بچے کو معلوم ہے کہ فرو انفرڈ نامی ایک خوبصورت بیوہ نے ہٹلر کو بامِ ترقی پر پہنچانے میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ ۱۹۲۳ء میں جب میونخ میں خونی ہولی کھیلی جا چکی تھی اور ہٹلر کو جیل سے رہا ہو کر آئے ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے تھے تو فرو ویگنر کی کوششوں سے بہت سی عورتیں ہٹلر کے جھنڈے تلے جمع ہو گئیں۔ یہی عورت تھی۔ جس نے ہٹلر کو اس وقت شہزادی میری ایڈی سیڈ سے متعارف کرایا۔ جبکہ نازی پارٹی کے پاس پھوٹی

کوڑی تک نہ تھی ؎

شہزادی میری کو اگرچہ اب جوان نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن وہ خوبصورت ضرور ہے۔ اس نے نازی تحریک کی امداد کے لئے لاکھوں روپے صرف کروائے۔ شہزادی سیسل سے بھی ہٹلر کا تعارف فرو ویگنر ہی نے کرایا تھا ان دونوں شہزادیوں کی خواہش تھی کہ جرمنی میں پھر بادشاہت اور مطلق العنانی کا دور دورہ ہو جائے۔ اُن دنوں اگرچہ ہٹلر بالکل قلاش تھا لیکن ان عورتوں کو اس کی ذات سے بڑی بڑی توقعات تھیں۔ شہزادی میری نے اپنا ایک محل ہٹلر کو دیدیا اور اپنی چیک بک بھی اس کے حوالے کر دی کہ جس وقت جو کچھ چاہے بنک سے نکال کر خرچ کر سکے ؎

مسز ویگنر نے اور بھی بہت سی خوبصورت اور حوصلہ مند عورتوں کو نازی پارٹی کے جھنڈے تلے جمع کر دیا۔ ان دنوں بظاہر ہٹلر ایک ایسا سیاستدان معلوم ہوتا تھا۔ جسے عشق و محبت سے دُور کا بھی تعلق نہ ہو۔ لیکن ایک حسینہ مارگرٹ سیلزگ نامی کے حسن کی شعاعوں سے اس کا دل بھی موم ہو گیا۔ اور ہٹلر اس عورت کو دل و جان سے چاہنے لگا۔ مگر مارگرٹ ہٹلر کی ترقی کے راستے میں حائل نہیں ہونا چاہتی تھی۔ اس لئے اس نے ہٹلر کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا ؎

کچھ عرصہ بعد میونخ ہی میں ہٹلر کا دل ایک فلم ایکٹرس پر آیا۔ اس حسین رقاصہ کا نام لینی ہیس سٹال ہے۔ ہٹلر نے اسے جرمنی کی بہترین ایکٹرس قرار دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ہٹلر کے نزدیک یہ رقاصہ دنیا کی حسین

ترین عورت تھی - جن دنوں نازی پارٹی کے جلسوں میں دھواں دھار تقریریں ہوا کرتی تھیں - یہ رقاصہ بھی اُن جلسوں میں شامل ہوا کرتی تھی اور اس کی بیتاب آنکھیں ہٹلر کو ڈھونڈا کرتی تھیں - اِس ایکٹرس کا خیال تھا کہ ہٹلر جرمنی کو ذلّت کی زندگی سے نجات دلا سکتا ہے اور جرمن نوجوانوں میں جنگی سپرٹ پیدا کر سکتا ہے ؛

یہ ایکٹرس اب بھی ہٹلر سے ملاقاتیں کرنے آیا کرتی ہے اور ہٹلر اس سے بعض اہم سیاسی مسائل کے متعلق بھی مشورہ لیا کرتا ہے - اس لئے کرائیڈن میں ہٹلر کو دنیا کی عظیم ترین شخصیت قرار دیا تھا - اس کا بیان ہے کہ "جرمنی کے مختار مطلق کا کیرکٹر بالکل بے داغ ہے وہ اپنے لئے کچھ نہیں چاہتا اور وہ بہت خوبصورت اور عقلمند ہے" بعض عورتوں نے ہٹلر کی اس محبوبہ سے سوال کیا کہ ہٹلر شادی کیوں نہیں کر لیتا ؟ اس نے جواب دیا کہ یہ ناممکن ہے کہ شادی کرنے کے بعد اتنے عظیم الشان کام کر سکے جتنے وہ آجکل کر رہا ہے - اگر وہ شادی کر لے تو اسے بہت سی اہم ذمہ واریوں کو طلاق دینی پڑے ؛

ہٹلر کو ہر روز بے شمار عورتوں کی طرف سے محبت اور شادی کے پیغام موصول ہوتے ہیں - ایک عورت نے تو ایک خط لکھ کر ایک پرانا جرمن قلعہ بھی اس کے حوالے کر دیا ہے - مگر ہٹلر شادی کرنے سے معذور ہے یہ نہیں کہا جا سکتا - کہ حکومت کی ذمہ واریاں شادی کی راہ میں حائل ہیں یا عشق کی ابتدائی ناکامیوں کی تلخ یاد آڑے آجاتی ہے - البتہ یہ امر واقع

ہے کہ ہٹلر خوبصورت لڑکیوں کے جھرمٹ میں بیٹھ کر بہت محظوظ ہوتا ہے اور ان سے ہنس کھیل کر اس کی تمام کوفت دور ہو جاتی ہے ۔

نغمہ اور نوحہ

چارلی چپلن اور پولا نیگری کے عشق کی کہانی

(خود پولا نیگری کی زبانی)

میں نہیں سمجھ سکتی کہ چارلی چپلن کے ساتھ اپنی داستانِ محبت کو کن الفاظ میں بیان کروں۔ یہ ارمان، یہ داستانِ محبت، کامیڈی اور ٹریجیڈی، آہ اور واہ کا ایک دلکش مجموعہ تھی، حسن تھا، اعتبار و استقلال تھا۔ اور ان سب سے بڑھ کر ایسے خوشگوار لمحات تھے جو بیکار رہ کر عیش و مسرت میں بسر کر دیئے جائیں۔ یہ ساری داستان ایک درد انگیز قہقہہ یا تبسم ریز نوحہ ہے .... آہ وہ لمحے!

میری رائے میں چارلی چپلن کی زندگی میں حزن و ملال کا حصہ نمایاں ہونے کی یہ وجہ ہے کہ کسی شخص کے لئے چارلی کو سنجیدہ و متین تسلیم کرنا ممکن نہیں۔ اس کی متانت سے لبریز باتوں کو بھی محض مذاق سمجھ لیا جاتا ہے۔ قسمت نے اس کو ظریف بنا دیا ہے۔ وہ فطرتاً مضحک و ظریف ہے۔ اس کے سنجیدہ ترین لمحات میں بھی کوئی نہ کوئی ایسی چیز پنہاں ہوتی

ہے جو ہنسی کا باعث بن جاتی ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ جب ہم ایک محفل میں شریک تھے تو دوران گفتگو میں چارلی نے کہا "میں ہیملٹ کا پارٹ کرنا چاہتا ہوں"، چارلی کے منہ سے یہ بات نکلنے کی دیر تھی کہ ساری محفل ایک مسلسل قہقہہ سے گونج اُٹھی۔ لیکن میں جانتی تھی کہ چارلی ہیملٹ کے پارٹ کا ایک ایک لفظ زبانی یاد کر چکا تھا۔ لیکن چارلی نے اِس حقیقت کا اظہار ضروری نہ سمجھا۔ وہ جانتا تھا کہ اصل حقیقت بیان کر دینے کے باوجود اہلِ محفل اُسے مذاق سمجھیں گے حالانکہ اس کی دلی خواہش تھی کہ اس کی بات کو سنجیدہ خیال کیا جائے۔

چارلی سے میری پہلی ملاقات برلن کے ایک کنٹے میں ہوئی۔ میں اپنے ایک دوست کے ساتھ شام کا کھانا کھا رہی تھی اور چارلی ہوٹل کے ملازم سے جھگڑ رہا تھا کہ کھانے کے دام بہت زیادہ لگائے گئے ہیں۔ چارلی کو جرمن زبان بہت کم آتی تھی۔ ادھر کنٹے کا ملازم انگریزی کے محض چند الفاظ سے واقف تھا۔ آخر میرے دوست کو ترجمان بنا کر اس جھگڑے کا فیصلہ کرانا پڑا۔ جب تک یہ جھگڑا طے نہ ہوا۔ میں اپنی جگہ بیٹھی اس عجیب وغریب انگریز کی خست پر ہنستی رہی جو چند شلنگ کے لئے اس قدر برہم ہو رہا تھا۔

لیکن اس کی اِس کمزوری کے باوجود مجھے اس کا تبسم دل کش معلوم ہوا۔ اس کی آواز بہت سُریلی تھی۔ زنانی رس بھری کہ میں نے کبھی ایسی پیاری آواز نہ سنی تھی۔ جھگڑا ختم ہو جانے پر جب وہ میرے

دوست کے کہنے سے وہ ہماری میز پر آ گیا تو میں نے محسوس کیا کہ اس کی آنکھیں بہت خوبصورت ہیں۔ اس کی شخصیت بے حد جاذبِ توجہ اور اطوار نہایت شائستہ معلوم ہوئے۔ مجھے احساس ہوا کہ دیکھنے والا اس شخص پر یا تو انتہائی پسندیدگی کی نظر ڈالے گا یا سخت نفرت کی نگاہ۔ اس کی شخصیت کے متعلق اعتدال کو بالکل گنجائش نہیں ؎

دورانِ گفتگو میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ اگلے روز برلن سے رخصت ہو رہا ہے۔ اس ملاقات کے کئی ماہ بعد جب میں ہالی وُڈ پہنچی تو پھر اس سے ملنے کا موقع حاصل ہوا۔ مگر نہایت شاندار حالات میں ؎

میں کلو ہیرا کے پارٹ کے لئے تیار ہو کر سٹوڈیو کے دروازہ کے قریب پہنچی تو ایک شخص نے دوڑ کر میرے لئے دروازہ کھول دیا۔ میں نے ایک قہقہہ لگا کر کہا "کیا تم میرے مارک انطونی بننا چاہتے ہو" لیکن نگاہیں ملیں تو مجھے فوراً برلن کا واقعہ یاد آ گیا۔ یہ چارلی چپلن تھا ؎

وہ سارا وقت میرے ساتھ رہا۔ اس روز ہالی وڈ نے مجھے سر پر اُٹھا لیا۔ میری اتنی قدر افزائی ہوئی کہ میں فرطِ مسرت سے بیہوش ہوتی جاتی تھی۔ گھر پہنچ کر دیر تک خوشی کے آنسو بہاتی رہی۔ میرا بچپن کا خواب پورا ہو چکا تھا ؎

میں بمشکل ایک گھنٹہ سوئی ہوں گی کہ سازوں کی خوشگوار موسیقی کی آواز سے چونک پڑی۔ پہلے یہی خیال آیا کہ میں خواب دیکھ رہی ہوں مگر رفتہ رفتہ احساس ہونے لگا کہ یہ خواب نہیں بیداری ہے۔ بستر سے

اٹھی اور کھڑکی میں سے نیچے جھانکا - دیکھا کہ ہوانا کے چند سازندے اپنے مخصوص رنگا رنگ لباس میں میری خوابگاہ کی کھڑکی کے قریب کھڑے خواب آور نغموں کی گیتیں بجا رہے ہیں ؛

میں نے نیچے اتر کر ان کے سردار سے پوچھا تو معلوم ہؤا کہ انہیں چارلی چپلن نے بھیجا ہے - میں نے جوں توں کر کے انہیں رخصت کیا اور واپس آکر بستر میں گھس گئی - چارلی کے اظہار محبّت کا یہ طریقہ اس قدر عجیب و غریب تھا کہ میں دیر تک مسکراتی رہی - اس کے بعد ہمارا ربط ضبط روز بروز بڑھتا گیا - ہم اکٹھے سیر کرتے تھے - اکٹھے تیرتے تھے' گولف کھیلتے تھے اور دُور دُور تک گھومنے نکل جاتے تھے ؛

ایک ہفتہ کے قلیل عرصہ میں ہی ہمارے تعلقات اس قدر گہرے ہو گئے - کہ میں نے اسے شادی کا قول دے دیا - اور خفیہ طور پر ہماری منگنی ہو گئی - اب مجھے اصل چارلی کے دیکھنے کا موقع ملا - وہ بیحد شریف اور محبّت وجذبات کا پتلا تھا - عورت کو خوش رکھنے کی تمام خصوصیات اس میں موجود تھیں میں نے محسوس کیا کہ وہ زندگی کے صدمات کو بھولا نہیں اور شاید یہی وجہ تھی - کہ اب بھی وہ ستائے جانے میں ایک خاص مسرت محسوس کرتا تھا - مجھے اعتراف ہے کہ میں نے بارہا اس کے جذبات سے خوفناک انداز میں کھیل کر اس کو ستایا - مگر میں اس کو جس قدر ذہنی اذیت دیتی تھی - اسی قدر اس کی محبّت اور نوازش میں اضافہ ہوتا تھا ؛

اگرچہ میں چارلی سے اتنی زیادہ محبت نہ کرتی تھی - جتنی مجھے کرنی چاہیئے

تھی ۔ لیکن پھر بھی میں اس کی بہت مشتاق تھی ۔ ہم دونوں کے اکثر خیالات وجذبات میں یکسانی تھی ۔ موسیقی، فنونِ لطیفہ اور کتابوں وغیرہ کے معاملہ میں ہم ہمیشہ متفق رہے ۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ہم اکثر رات کو دیر تک بیٹھے سیاسیات پر گفتگو کرتے رہتے تھے ۔ محبت کے دو پتلے سیاسیات جیسے خشک موضوع پر بحث کرنے میں رات بسر کردیں ۔ کیا یہ عجیب بات نہیں ؟

بحث کے دوران میں اگرچہ چارلی تیز ہو جاتا تو میں بھی نہایت تیز اور تلخ جواب دیتی تھی ۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہم متواتر و مسلسل لڑتے جھگڑتے رہتے تھے ۔ لیکن چارلی مجھ سے اِس شدت کے ساتھ محبت کرتا تھا کہ میں اپنے ہنگامی غصّہ اور جوشِ جذبات کو بھول جانے پر مجبور ہو جاتی تھی ۔ اس کا اشتیاق بے طرح بڑھ چکا تھا ۔ میں اکثر فرطِ غضب میں آپے سے باہر ہو جاتی تھی ۔ لیکن خوب لڑ جھگڑ چکنے کے بعد جب چارلی اپنے مخصوص دلفریب انداز میں مسکرا دیتا تو میرا سارا جوش پانی کی جھاگ کی طرح بیٹھ جاتا تھا ۔

ہالی وڈ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور اِس رومان کے نتیجہ کا منتظر تھا آخر ایک دن اخباروں نے جلی حروف میں "ٹریجیڈی کی ملکہ اور کامیڈی کے بادشاہ کا رومان" کے عنوان سے ہماری داستانِ محبت صفحۂ قرطاس پر بکھیر کر رکھ دی ۔ ہالی وڈ کی تاریخ میں اِس سے بیشتر محبت کا اِس قدر دلچسپ کھیل کبھی نہیں کھیلا گیا تھا ۔ جب ہم آپس میں ناراض ہو جاتے تو اِس جھگڑے کو اخبارات و رسائل کے صفحہ اول پر جگہ ملتی ۔ اور پھر جب

جھڑپ کے بعد صلح ہو جاتی تو یہ داستان بھی اخبارات میں وہی نمایاں جگہ حاصل کر لیتی ۔

اخباروں کے نامہ نگار سارا سارا دن گھر کا محاصرہ کئے پڑے رہتے تھے ۔ ہماری چپقلش ہو جانے پر یہ لوگ میرے باغ میں پودوں کے پیچھے چھپے رہتے تھے ۔ ایسے خطرناک جھگڑوں سے اُن کو یہ امید ہوتی تھی کہ صبح اپنے اخباروں میں اِس قسم کی سُرخیاں دے سکیں گے کہ

"ہالی وُڈ کے عظیم الشان فسانہ محبت کا اختتام"

اکثر اوقات مجھے صبح کو تین چار ایسے آدمیوں کی شکل دیکھنی پڑتی تھی ۔ جن کے چہرے پژمردہ اور آنکھیں نیند کے خمار سے بھری ہوئی ہوتی تھیں آخر انسانی ہمدردی کے زیر اثر میرا خانسامہ انہیں گرم ناشتے پر مدعو کر لیتا تھا ۔ اِس دوران میں میری اور چارلی کی حالت ناگفتہ بہ ہو جاتی تھی ۔ میں بالکل چور ہو کر انتہائی اضطراب کے عالم میں صوفے پر گر کر محوِ خواب ہو جاتی تھی اور چارلی بھی میری طرح خستگی کی حالت میں سونے کے کمرے میں جا کر بستر پر دراز ہو جاتا ۔ لیکن ہم دونوں میں سے کوئی بھی اپنی غلطی کو تسلیم کرنے کو تیار نہ ہوتا تھا ۔

ہم دونوں کے لئے یہ فسانہ محبت بہت غم انگیز ثابت ہوا ۔ ہمارے دلوں سے مذاق کا احساس بالکل جاتا رہا ۔ چارلی کی طبیعت میں غصہ اور چڑچڑا پن نے غلبہ حاصل کر لیا ۔ وہ ذرا ذرا سی بات پہ آگ بگولا ہو جاتا تھا ۔ ادھر میں اتنی رقیق القلب ہو گئی تھی کہ معمولی سی بات پہ زار زار رونے

لگتی تھی - ہماری لڑائی بچوں کی سی لڑائی ہوتی تھی - بات بات پر بگڑنا اور گذشتہ جھگڑوں کو بھول کر محو لطف و عیش ہو جانا ہمارا محبوب مشغلہ تھا :

اس طرح آہستہ آہستہ محبت کے مندر کی یہ لطیف بنیادیں کھوکھلی ہوتی گئیں اور یہ طلسم ٹوٹتا نظر آنے لگا - ہمارے دوست اِن جھگڑوں پر قلبی اذیت محسوس کرتے تھے - اور ہمارے درمیان اِن جھگڑوں کے باعث جو ایک پردہ سا حائل ہو رہا تھا - اسے اُٹھا دینے کی انتہائی کوشش کرتے تھے - جارج فٹز مارس جو میرے فلم کا ڈائرکٹر تھا اور اِس ڈرامے کا مصنف روبرٹ ہیوہ ہمارے درمیان بہتر تعلقات پیدا کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے تھے :

لڑائی جھگڑوں کے دِنوں میں ہم دونوں کی قوتِ عمل بالکل سلب ہو جاتی تھی - چارلی اپنے تمام مشاغل کو ملتوی کر دیتا اور دروازہ بند کر کے انتہائی یاس و الم کے عالم میں بستر پر پڑا رہتا - میرے بھی تمام ذہنی اور دماغی قویٰ مضمحل ہو جاتے - آخر میں دنیا و ما فیہا سے بے خبر صوفے پہ گر پڑتی اور کچھ عرصہ کے لئے تمام مصروفیتوں کو خیرباد کہہ دیتی :

ہمارے جھگڑے سے دونوں فلم کمپنیاں جن میں ہم کام کرتے تھے اپنا کام بند کر دینے پر مجبور ہو جاتیں - اُن کے ڈائرکٹر وغیرہ آکر ہماری منت سماجت کرتے - ہماری صلح کرا دینے کے لئے ہر ممکن کوشش کی جاتی - مگر آخر کار سب مایوس ہو جاتے اور سارا کام معرض التوا میں پڑ جاتا :

عام طور پر ہماری اِن چپقلشوں کی وجہ چارلی کی خست ہوتی تھی -

اگرچہ وہ امریکہ کے بہت بڑے دولت مندوں میں شمار ہوتا تھا اور فکرِ معاش سے بالکل آزاد تھا۔ لیکن اس دولت کو خرچ کرنے کے لئے اُس کے پاس حوصلہ مند دل نہ تھا۔ ہماری محبت کے آغاز میں اس نے مجھے ایک بیش قیمت ہیرا دیا تھا۔ لیکن اسے اس ہیرا کے جڑوا دینے کا کبھی خیال تک نہ آتا تھا۔ مجھے یہ ہیرا پہننا نصیب نہ ہوا۔ ہماری آخری لڑائی کے بعد میں نے یہ ہیرا اُسے واپس کرنا چاہا۔ لیکن اس نے اُسے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر یہ ہیرا میں نے اپنے ایک رفیق کار گوڈرز کے حوالے کر دیا۔ گوڈرز کو میرے ساتھ زارینہ نامی فلم میں کام کر رہا تھا۔ اور اس کو مجھ سے محبت بھی تھی۔ اس نے یہ ہیرا انگوٹھی میں جڑا کر پہن لیا ؂

چارلی نے ایک دعوت کے موقعہ پر اپنا ہیرا ایک دوسرے شخص کے قبضہ میں دیکھا تو آگ بگولہ ہوگیا۔ اس نے بیچارے گوڈرز کو پولیس کی دھمکی دی۔ لیکن گوڈرز نے ہیرا واپس کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس طرح دونوں میں ایک خوفناک مناقشت شروع ہو گئی۔ آخر گوڈرز کو کامیاب رہا۔ لیکن اس کے بعد اسے کبھی چارلی سے ملاقات کی جرأت نہ ہوئی ؂

بعد ازاں جب میرے اور گوڈرز کو کے عشق و محبت کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ تو گوڈرز کو نے ایک اور فلم سٹار کے ساتھ شادی کر لی۔ اس تقریب پر سام گولڈون نے تمام ہالی ووڈ کو ایک پُرتکلف دعوت دی۔ اس دعوت میں چارلی کی شمولیت بھی ضروری تھی۔ گوڈرز کو کی محبوبہ نے اس وقت وہ انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ جو کسی وقت چارلی نے مجھے دی تھی۔ وہ دروازے پر چارلی کے استقبال کے

لئے کھڑی تھی - چارلی سے انگوٹھی دیکھ کر رہا نہ گیا اور مسکرا کر بولا :-
"دیکھا . . . میری شادی کی انگوٹھی !"

چارلی کے ساتھ میری منگنی کے اعلان کے بعد چارلی نے پہاڑ کی چوٹی پر میرے لئے ایک خوبصورت بنگلہ بنوایا - ڈوگلس فیربنیکس اور میری پکفورڈ ہمارے ہمسائے تھے - اس موقعہ پر ہم دونوں خوش وخرم تھے - تمام جھگڑے آخر ختم ہو چکے تھے اور اس وقت شادی خانہ آبادی کی تجاویز پر غور ہو رہا تھا - لیکن عین اسی موقعہ پر ہماری بدترین مناقشت معرض ظہور میں آئی - ہم بنگلے میں ایک باغیچہ لگانے کا ارادہ کر رہے تھے - میں نے چار ہزار ڈالر کے بیج اور پودے خریدے اور انکی قیمت کا بل ادائیگی کے لئے چارلی کو بھیجدیا - دوسرے دن میں نے دیکھا کہ مالی باغیچہ لگا رہے تھے - مگر چارلی غائب تھا - اوپر جا کر دیکھا تو وہ سونے کے کمرے میں پڑا تھا - اس نے میری فضول خرچی پر طعن وتشنیع کی بوچھاڑ شروع کردی اور بل کی ادائیگی سے صاف انکار کر دیا - جس وقت ذخیرہ والے بوٹے وغیرہ لائے تو چارلی نے انہیں واپس لیجانے کا حکم دیا تھا - لیکن انہیں انکار پر کہہ دیا تھا کہ میں اُن کی قیمت ادا نہیں کرونگا بل بھی اسی کو بھیج دینا - جس نے بوٹے منگوائے ہیں - اس معاملہ پر ہماری جو لڑائی ہوئی - اس کے گھاؤ دلوں سے کبھی نہ مٹے - آخر میں اور چارلی ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے -

لیکن لڑائی جھگڑوں کے اِن واقعات کے علاوہ میرے دل کی گہرائیوں میں چند شیریں اور خوشگوار لمحوں کی یاد بھی محفوظ تھی - یہ

وہ لمحے تھے جبکہ میں اور چارلی محبت کے بہشت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ ہمارے لئے دن عید اور رات شب برات تھی۔ اسی کی صحبت کی یاد میرے دل میں ایک شیریں نغمہ بن کر بھی ہوئی ہے۔ اسکی سادگی اور ہمدردی میں کبھی نہیں بھول سکتی۔ اس کی بچوں کی سی عادات، میرے دل میں محبت کا ایک عجیب جذبہ پیدا کر دیتی تھیں۔ اس کی اس صفت سے دنیا کی بہت سی عورتیں واقف تھیں۔ کرۂ ارض کے ہر گوشے سے اس کو محبت بھرے خطوط موصول ہوتے تھے۔ یہ اس کی زبردست شخصیت کا اثر تھا کہ عورتیں اس سے محبت کئے بغیر نہ رہ سکتی تھیں ؞

نیل کی ناگن

ملکہ کلو پیٹرا کا عشق جولیس سیزر سے

(جناب گوہر رام نگری ایڈیٹر "چاند")

جولیس سیزر کے حملہ نے مصر کی طاقت کو مفلوج کر دیا۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمی قتل کر دیئے گئے۔ بوڑھا ٹالمی الیٹس گھبرا اٹھا۔ اپنی رعایا کو گاجر مولی کی طرح کٹتا دیکھ کر وہ سیزر کے قدموں پر گر پڑا ۔

"میری رعایا پر ظلم نہ کرو۔ شہنشاہ! میں تمہاری ہر شرط بخوشی تسلیم کرنے کو تیار ہوں" ٹالمی الیٹس نے گڑگڑاتے ہوئے کہا :۔

جولیس سیزر کی مسرت کی انتہا نہ رہی۔ آج مصر کا خود مختار اور زبردست فرمانروا اس کے قدموں پر گرا ہوا تھا۔ جس کی دہشت سے ایک دنیا کانپ رہی تھی۔ جس نے ایام شباب میں شمالی علاقہ کو تاخت و تاراج کر دیا تھا ۔

مصر کے شکست خوردہ حکمران نے سیزر کو خوش کرنے کے لئے ایک عظیم الشان جشن کا انعقاد کیا ــــــ ساحل نیل پر ایک خوبصورت باغ میں جس کے چاروں طرف خوشبودار پھول کھلے ہوئے تھے۔ زربفت المخواب

اور مخملی غالیچے اور قالین بچھا دیئے گئے ۔ عین درمیان میں شاہی شامیانہ نصب تھا ۔ حسین ارمنی و مصری رقاصائیں اپنے کمالِ فن کا مظاہرہ کر رہی تھیں ، پیہم چھنا چھن کی آواز آ رہی تھی ۔ اُن کے قدموں کی اک اک حرکت حاضرین کے دلوں پر بجلیاں گرا رہی تھی ——— اچانک سب کی نگاہیں ایک طرف اُٹھ گئیں ۔ کلوپیٹرا ٹالمی ایلٹس کی سترہ سالہ لڑکی ، مصر کی حسین ساحرہ شانِ دلربائی سے داخل ہوئی ۔ دریائے حسن ٹھاٹھیں مار رہا تھا ۔ جولیس کلیجہ پکڑ کر رہ گیا ۔ وہ اٹھلاتی ہوئی تخت کی جانب بڑھی اور نہایت بے باکی سے رومن فاتح کے پہلو میں آکر بیٹھ گئی ۔

وہ حریص نگاہوں سے ، پیاسی آنکھوں سے اس لافانی حسن کی طرف دیکھنے لگا ۔ ارمنی رقاصاؤں کے قدم بھی ہلکے پڑ گئے ۔ اب ان کے حسن میں وہ تاثیر ، ان کی حرکات میں وہ کشش باقی نہ تھی ۔ کلوپیٹرا ترچھی اور دزدیدہ نگاہوں سے کبھی کبھی اس گرانڈیل جوان کو دیکھ لیتی ۔ جس کو دیکھ کر بڑے بڑے بہادروں کا پتا پانی پانی ہو جاتا تھا ——— سیزر نے کلوپیٹرا اور کلوپیٹرا نے سیزر کو دیکھا ۔ دونوں کے لبوں پر مسکراہٹ پیدا ہوئی ۔ مشتاق نگاہوں نے حیا پرور اور انکھیلی آنکھوں کو پریم کا سندیسہ دیا ۔ افسر داب شاہی سے اُدھر دیکھ نہ سکتے تھے ۔ اور وہ کھلم کھلا محبت کا کھیل کھیلے جا رہے تھے ——— ٹالمی ایلٹس کا مرجھایا ہوا چہرہ کھل اُٹھا ۔ وہ سیزر سے شکست کھا کر بھی جیت گیا تھا ۔

مصری ساحرہ نے رومی جرنیل کو مسحور کر کے اس کی زندگی میں ایک

انقلاب عظیم بپا کر دیا۔ دِن عید اور رات شب برات کی مانند گذرنے لگی محبّت کی پینگیں بڑھنے لگیں۔ ہر وقت بزم نشاط آراستہ رہتی۔ اس نے اپنے آپ کو کلوپیٹرا ہی میں جذب کر دیا۔ جرنیل کی غفلت نے روم میں بغاوت کرائی۔ وہ یکایک چونک اُٹھا۔ گویا کسی نے تھپڑ مار دیا ہو۔ وہ اپنے تخت، اپنی طاقت کی حفاظت کے لئے روم روانہ ہو گیا۔ سیزر کی مراجعت کے بعد ٹالمی ایلٹس بھی راہی ملکِ عدم ہوا۔ کلوپیٹرا کے بھائی نے دغا دی اور حسین ملکہ مصر کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئی۔

وہ روم آ پہنچی۔

سیزر نے محبوبہ دلنواز کے آنے کی خبر سُنی۔ فرطِ شوق سے دیوانہ سا ہو گیا۔ بادلوں کی طرح بھاگتا ہوا استقبال کو پہنچا۔ ہر دو دلوں میں از سرِ نو امنگیں گدگدانے لگیں۔ سیزر نے پھر وہی رنگ، وہی شغل اختیار کر لیا۔ کلوپیٹرا کے پاس اب طاقت تھی اور قابلِ رشک طاقت، اب سیزر کی بجائے وہی روم کی وسیع سلطنت کی مالک تھی۔

عورت، بالآخر عورت ہے۔ وہ اپنے محبوب کی محبّت میں کسی اور کو شریک نہیں دیکھ سکتی۔ وہ دیوانہ وار سیزر سے محبت کرتی تھی۔ اس عالمِ دیوانگی میں اس نے سیزر کی تمام بیویوں کو زندہ جلا کر مروا دیا اور خود سامنے کھڑی ہو کر قہقہے بلند کرتی رہی۔ سیزر سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی خاموش تھا۔ اس پہ گویا جادو سا ہو چکا تھا —— ہاں! اسی رات، اسی رات جبکہ اس کی

بیگناہ اور معصوم بیویوں کو جلایا گیا تھا۔ وہ خوبصورت بجرے پر رات بھر دریا میں سیر کرتے رہتے۔ رات بھر بجرے میں سے قہقہوں اور نغمہائے دلکش کی صدائیں بلند ہوتی رہیں ۞

آخر اس محبّت کا انجام حسرتناک اور عبرتناک انجام بھی آپہنچا۔ ہر دو کے تعلقات معاشقہ طشت از بام ہو چکے تھے۔ امراء اور افسر جوش میں آگئے خطرہ کا وجود باز یافت کا منتر ثابت ہوا ـــــــ کلو پیٹرا مصر کو روانہ ہوگئی کلو پیٹرا مصر پہنچی۔ اس کا بھائی جولیس سیزر کی طاقت سے مرعوب ہو کر اس کے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہوگیا۔ وہ اپنے بھائی کے ساتھ ہنسی خوشی دن گزارنے لگی ـــــــ مگر عورت اور خصوصاً کلو پیٹرا ایسی عورت اولین محبت کو فراموش نہیں کرسکتی۔ اسکے دل میں سیزر بس رہا تھا۔ اچانک اس کی محبّت نے جوش مارا۔ شوقِ ملاقات نے گدگدی پیدا کی۔ وہ اپنے خاوند کو ساتھ لے کر روم آگئی۔ روم پہنچتے ہی پژمردہ دل از سرِ نو ہرے ہوگئے۔ دونوں نے شکوہ و شکایت کے دفتر کھول دیئے۔ پھر وہی دن، وہی راتیں، وہی عیش و نشاط اور وہی رنگ رلیاں ۞

کلو پیٹرا نے خاوند کو زہر دے کر مار دیا۔ اب انکے درمیان کوئی حدِ فاصل، کوئی آڑ باقی نہ رہی۔ مگر قدرت کو یہ حسین و دلچسپ کھیل منظور نہ تھا۔ روم میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ اور جولیس سیزر مارا گیا ۞

کلو پیٹرا پاگل ہوگئی۔ کپڑے پھاڑ دیئے اور محلات سے بھاگ نکلی اور نہ خدا معلوم کتنا عرصہ تک دیوانوں کی طرح روم کی گلیوں میں پھرتی رہی ۞

زہری ناگن

ولی عہد جرمنی کی محبوبہ

(از خوشتر)

ایک دراز قد نوجوان نے جس کی نکٹائی اس کے نفیس کپڑوں سے اُلجھ رہی تھی۔ گلاس اُٹھاتے ہوئے اشتیاق بھرے لہجہ میں کہا "آج تک میں نے جتنی لڑکیاں دیکھی ہیں۔ تم اُن سب سے زیادہ خوبصورت ہو"!

شراب خانے کی خادمہ کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا! اپنی ملازمت کے سلسلہ میں اُسے ہر روز ایسے اوباش امیروں سے واسطہ پڑتا تھا۔ اور انکے بے ڈھنگے مذاق کو محض ہنس کر ٹال دینا بھی گویا اس کے فرائض میں داخل تھا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ نوجوان نے کچھ غلط نہ کہا تھا۔ لُوسی واقعی نُور کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ اسے اگر بیسویں صدی کی زہرا کہیں۔ تو بیجا نہ ہو گا۔

لوسی جب پہلے پہل لندن میں آئی تو بالکل بے یار و مددگار تھی۔ جو کچھ پاس تھا وہ چند روز میں خرچ ہو گیا۔ اور اسے ملازمت کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ آخر کفے مونیکا میں اس کو جگہ مل گئی۔ لیکن یہ کہنا درست

نہ ہو گا کہ کیفے کے مالک نے اس پر رحم کھا کر اسے خادمہ کی جگہ دے دی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ لوسی کے آنتے ہی کیفے کی رونق بڑھ گئی اور مالک کی قسمت جاگ اٹھی۔ لوسی کے زاہد فریب حسن کا ہر طرف چرچا ہونے لگا۔ اور دل پھینک نوجوان کیفے پر ٹوٹ پڑے۔ قرب وجوار کے مصوروں تک کو اس کی خوبصورتی کھینچ لائی اور وہ اپنی شہرت کے لئے اس کی تصویر اتارنے کے لئے درخواستیں کرنے لگے ۔

یہ نوجوان بھی ایک مصوّر تھا۔ اس نے پھر اپنے فقرے کو دہراتے ہوئے کہا۔ "تم جیسی حسین لڑکی آج تک میری نظر سے نہیں گزری" ۔

پہلے لوسی کو اپنی تعریف سن کر خوشی ہوا کرتی تھی۔ لیکن اب اسے ان باتوں سے کوفت سی ہوتی تھی۔ وہ نوکری میں ذلت محسوس کرنے لگی تھی۔ اسکا تخیل بلند ہو چکا تھا اور وہ اپنے لئے کسی بہتر اور بلند پوزیشن کی خواہشمند تھی۔ چنانچہ نوجوان کا فقرہ سُن کر کہنے لگی:۔

"غریب کا حسن بے کار ہوتا ہے۔ ایسی خوبصورتی سے کیا حاصل؟"

یہ فقرہ اس نے ایسے انداز میں کہا جس میں رنج و حسرت ملے ہوئے تھے

نوجوان نے جذبات بھرے لہجہ میں کہا "غریبی اور امیری فضول باتیں ہیں۔ حسن ہی سب کچھ ہے"

لوسی نے جواب دیا "تو پھر تمہیں معلوم ہی نہیں کہ غریبی کسے کہتے ہیں؟" یہ کہہ کر وہ دوسرے گاہک کے گلاس میں شراب انڈیلنے لگی ۔

اس مختصر سی گفتگو میں لوسی نے اپنے دلی جذبات بلکہ اپنی روح کی

گہرائیوں کو بے نقاب کر دیا۔ وہ ہر وقت ایک امیر شوہر حاصل کرنے کے خیال میں منہمک رہنے لگی۔ ہر طبقہ کے لوگوں نے اس سے محبت کا اظہار کیا لیکن کسی کی مالی حالت کا صحیح اندازہ لگانا اس کے لئے آسان نہ تھا۔ آج وہ جس کو پسند کرتی۔ کل اسی کے متعلق پتہ لگ جاتا کہ وہ بالکل قلاش ہے۔ لوسی کو سب سے زیادہ صدمہ اس بات کا ہوتا تھا کہ جو لوگ واقعی امیر تھے۔ وہ اس سے محبت کا اظہار تو کرتے تھے۔ لیکن شادی کے لئے کوئی نہ کہتا تھا۔ آخر وہ اس نتیجہ پر پہنچی کہ امیر لوگ اس کے ساتھ شادی کرنے پر اس لئے آمادہ نہیں ہوتے کہ وہ ایک شراب خانہ کی خادمہ ہے اس احساس نے اس کی کایا پلٹ دی اور اس نے ان مغرور امیروں سے انتقام لینے کی ٹھان لی۔ بس یہیں سے اس کی نہاد کاریوں کی ابتدا ہوتی ہے۔

لوسی کے مداحوں میں ایک جرمن نوجوان بھی تھا۔ اس نے کئی بار لوسی سے شادی کی درخواست کی تھی اور لوسی اس کی تجویز کو ٹھکرا چکی تھی۔ کیونکہ وہ نوجوان اگرچہ ایک مشہور خاندان کا فرد تھا لیکن آمدنی پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ اب لوسی نے اس کے خاندانی وقار سے فائدہ اٹھانے کی ٹھان لی چنانچہ اس نے ملازمت چھوڑ دی اور کنفے سے نکل کر اپنے ایک امیر مداح کے گھر پہنچی۔ باتوں باتوں میں اس نے امیر سے کہا "چونکہ تم مجھ سے شادی نہیں کرتے۔ کیا تم مجھے پانچ ہزار پونڈ دو گے تاکہ میں کسی اور شخص سے شادی کر سکوں؟" امیر اس کے پہلو سے اٹھا اور پانچ ہزار پونڈ کا چیک لکھ کر اس کے حوالے کر دیا۔

بنک سے فارغ ہو کر لُوسی اپنے جرمن مداح کے پاس گئی۔ اس کا نام جیرمار تھا۔ لوسی نے کہا "جیرمار! اگر تم مجھ سے فوراً شادی کر لو۔ تو میں تمہیں پانچ ہزار پونڈ دوں گی" جیرمار حیران رہ گیا۔ کہنے لگا۔ لُوسی! تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سے شادی کرنے کے لئے بالکل تیار ہوں۔ آخر اِس رشوت کا کیا ذکر؟"

لُوسی نے جواب دیا "اِس کی خاص وجہ ہے۔ شادی ہو جانے پر میں تم کو پانچہزار پونڈ دوں گی۔ اور اس کے عوض جو کچھ میں کہوں وہ تمہیں کرنا ہو گا"۔

نوجوان اِس معمہ سے سخت پریشان ہوا۔ لیکن اُس وقت تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب لوسی (جواب میڈم جیرمار بن چکی تھی) شادی کے بعد گرجا سے نکلتے ہی اس کے ہاتھ میں پانچ ہزار پونڈ کے نوٹ دے کر بازار کی بھیڑ میں گم ہو گئی۔

شادی سے چھ ہفتہ بعد لوسی جیرمار برلن پہنچ گئی۔ اس وقت اس کی جیب میں ایک پائی تک نہ تھی۔ اس وسیع شہر میں کوئی مددگار بھی نہ تھا لیکن اُسے اپنی کامیابی کی پوری توقع تھی۔ وہ امیروں کے شکار کے لئے نکلی تھی اور دو تین دن کے بعد ہی اُسے یہ دیکھ کر اطمینان ہو گیا کہ جرمنی کے رئیس بھی اُس کو ان ہی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ جن کی اُسے توقع اور خواہش تھی۔

چند روز کے بعد ہی جرمنی کی ایک بہت بڑی شخصیت نے اس کے

بے پناہ حسن کی تاب نہ لا کر ہتھیار ڈال دیئے۔ اس شخص کے متعلق عوام میں یہ مشہور تھا کہ وہ لارڈ کچنر کی طرح عورتوں سے نفرت کرتا ہے۔ لیکن لوسی کو دیکھتے ہی وہ ہزار جان سے عاشق ہو گیا۔ یہ شخص جرمنی کی مشہور افریقی نوآبادی کیمرون کا گورنر جنرل جیسکو وان پٹ ہامیر تھا۔ پٹ ہامیر صاحب کی وارفتگی نے یہ صورت اختیار کر لی کہ لوسی اس کی بھتیجی کی حیثیت سے اس کے ہمراہ افریقہ پہنچ گئی۔ جہاں وہ اس کے ساتھ ایک عالیشان محل میں رہنے لگی۔ لوسی کے حسن کی سحر پاشیوں نے گورنر جنرل کو بالکل معطل کر دیا۔ وہ اپنے فرائض سے غفلت برتنے لگا۔ رفتہ رفتہ اس کی شکایت قیصر جرمنی تک پہنچی۔ قیصر نے پٹ ہامیر کو واپس بلا لیا۔ یہ تھا لوسی کا پہلا شکار۔ اُس کے معطل ہوتے ہی لوسی بھی اُسے چھوڑ کر الگ ہو گئی۔ اور بڈھا کھوسٹ ہاتھ ملتا رہ گیا ؎

اب لوسی کسی نئے شکار کی تلاش میں ایک اور مقام پر پہنچی۔ اُس کی آمد سے پہلے ہی پولیس کے افسرِ اعلیٰ کو اطلاع مل چکی تھی۔ کہ ایک نہایت ہی خطرناک انگریز حسینہ جرمن بھیس میں آ رہی ہے۔ پولیس افسر کو اس عجوبۂ روزگار رقاصہ سے دو دو باتیں کرنے اور اسے تنبیہ کرنے کا اشتیاق ہوا۔ لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ پہلی ہی ملاقات میں حضرت چوکڑی بھول گئے۔ لوسی ایسے لباس میں آئی اور اس نے ایسے انداز میں باتیں کیں کہ آپ ریشہ خطمی ہو گئے۔ اور جھٹ یہ تجویز پیش کر دی کہ "اگر تم ہمارے ساتھ دُنیا کی سیاحت کے لئے تیار ہو تو ہم بھی اپنے عہدہ سے استعفےٰ دیدیتے ہیں"۔

لوسی نے سینہ کے اُبھار کو اور بھی عریاں کرتے ہوئے جواب دیا کہ "اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ مجھ سے طبیعت بھر جانے کے بعد تم مجھے بالکل قلاش اور بے یار و مددگار چھوڑ کر الگ نہ ہو جاؤ گے ؟"

پولیس افسر نے اس کے نام بنک میں پچاس ہزار مارک جمع کر دیئے اور لُوسی ضروری خرید و فروخت کے بعد اس کے ساتھ سیاحت کے لئے روانہ ہو گئی ۔ اس سیاحت میں پولیس افسر نے بیدریغ روپیہ لٹایا جہاز جس بندرگاہ پر ٹھہرتا تھا ۔ لُوسی کے تحائف پر بہت سا روپیہ اُٹھ جاتا تھا ۔ ایک دن پولیس افسر نے باتوں باتوں میں کہا کہ ہم فی ہفتہ ایکہزار پونڈ خرچ کر رہے ہیں ۔ جواب میں لُوسی نے اس کی گردن میں باہیں ڈال کر ایک خاص انداز سے کہا ۔ "بس اتنا ہی ؟"

نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ واپس جرمنی پہنچے تو پولیس افسر بالکل تباہ ہو چکا تھا ۔ لُوسی نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اسی کی دی ہوئی ایک شاندار موٹر کار میں سوار ہو کر چلتی بنی ۔

اِس کے بعد لُوسی کے دام میں ایک کروڑپتی پھنس گیا لیکن یہ تعلق زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا ۔ جب دونوں الگ ہوئے ۔ تو لوسی کے قبضہ میں اس کا دیا ہوا ایک عالیشان محل تھا ۔ لیکن روپیہ کی کمی تھی بعض لوگوں نے محل فروخت کر دینے کی صلاح دی ۔ لیکن لُوسی جانتی تھی کہ اِس عالیشان محل میں بیٹھ کر جال بچھانے سے بہت فائدہ ہوگا ۔ اس کا خرچ بہت بڑھا ہوا تھا ۔ اِس لئے اُسے بڑی بڑی مچھلیوں کی ضرورت

تھی - ایک مرتبہ اس کے ایک مدّاح نے اسے اپنا فرضہ ادا کرنے کے لئے بیس ہزار پونڈ دیئے - لیکن لوسی مونٹی کارلو جا پہنچی - اور چند ہی روز میں ساری رقم اڑا کر واپس آ گئی - اس شخص نے کہا کہ اب میرے پاس کچھ نہیں اور میرے خیال میں ولی عہد جرمنی کے سوا تمہارے مطالبات کسی سے پورے نہیں ہو سکتے - لوسی نے جواب دیا - آپ کا خیال واقعی قابلِ تعریف ہے - میں کوشش کروں گی ؛

اس شخص نے لوسی کی بات کو مذاق سمجھا - لیکن چند روز کے بعد ولی عہد جرمنی لوسی پر پروانہ وار نثار ہونے لگا - لوسی کے حُسن کا جادُو کچھ ایسا چلا کہ ولی عہد نے اس کو شادی کا پیغام بھی دے دیا - محبّت کی پینگیں بڑھ رہی تھیں اور ولی عہد لُوسی کے حُسنِ بے پناہ کے مزے لوٹ رہا تھا - لیکن قیصر کو بر وقت خبر ہو گئی - جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ایک دن جرمنی کی خفیہ پولیس کے افسر اعلےٰ نے لوسی کو پیغام دیا کہ اس کی جان خطرے میں ہے - کیونکہ قیصر اس کا سخت دشمن ہو گیا ہے ؛

لوسی کو جان کے لالے پڑ گئے - چنانچہ وہ دوسرے ہی دن غائب ہو گئی - لیکن ولی عہد کا اس کی فرقت میں بُرا حال تھا - وہ دیوانہ وار اُسے تلاش کرنے لگا - لیکن اتنے میں جنگ عظیم شروع ہو گئی - ورنہ خدا جانے کیا کیا گل کھلتے ؛

۱۹۲۷ء میں یہ زہری ناگن اپنی فضول خرچیوں کے ہاتھوں سب کچھ لٹا کر اور اپنے ساتھ ہی کئی خاندانوں کو تباہ کر کے تنگدستی کی حالت میں دُنیا سے کوچ کر گئی ؛

محبّت کی دیوی

حسین جرمن شہزادی
جس نے محبّت کے لئے تاج و تخت ٹھکرا دیا

(از خوشتر)

(۱)

چارلٹس لوئیس کی پیدائش کے وقت کسی کو وہم وگمان بھی نہ ہوسکتا تھا کہ جرمنی کے شاہی محل میں پیدا ہونے والی اِس شہزادی کو حقیقی محبت، موت کے پردے میں حاصل ہوگی۔ بچپن کی منزل سے گزر کر اس نے جوانی کی سہانی وادی میں قدم رکھا تو دور دور تک اس کے حسن کی دھوم مچ گئی۔ زارروس نے جب اِس پیکرِ حسن وجمال کو دیکھا تو فوراً اپنے بیٹے الیکس کے ساتھ اس کی شادی کی خواہش کا اظہار کردیا۔ یہ آج سے ۱۴۰ سال پہلے کا واقعہ ہے جرمنی اس وقت آجکل کا جرمنی نہ تھا۔ اِس لئے چارلٹس کے والدین کو انکار کی جرأت نہ ہوسکتی تھی۔ چنانچہ یہ حسن و نزاکت کی پتلی زار کے وحشی بیٹے کے سپرد کردی گئی ؂

سینٹ پیٹرز برگ پہنچنے پر جلد ہی شہزادی کو معلوم ہو گیا کہ قسمت نے اُسے ایک بے رحم اور بدسرشت شرابی کے پلے باندھ دیا ہے۔ آئے دن کی مارپیٹ اور وحشیانہ برتاؤ نے چند ہفتوں میں اُس کے حسین شباب اور اُمنگوں بھری جوانی کا خاتمہ کر دیا۔ سارے شاہی محل میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا۔ جس سے وہ اپنے دل کا حال کہہ سکتی۔ کونٹس کانگسمارک بے شک اُس کی ہمدرد تھی اور اس بیچاری نے پہلے ہی دن شہزادی کو اُس کے خاوند کی عادات و خصائل سے واقف کر دینا مناسب نہ سمجھا تھا کہ مبادا نئی دلھن کا دل ٹوٹ جائے۔ لیکن یہ کوئی ایک دِن کی بات نہ تھی۔ ساری عمر کا ساتھ تھا۔ کونٹس جانتی تھی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں شہزادی کو خود ہی سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ اِس لئے وہ بدنصیب شہزادی کو خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتی تھی۔ لیکن ایلیکس تو سچ مچ ایک خونخوار درندہ تھا۔ اس کے وحشیانہ برتاؤ کے مقابلہ میں کسی کی ہمدردی سے کیا ہو سکتا تھا۔

ایک رات ایلیکس شراب کے نشے میں چُور شہزادی کے کمرے میں آیا اور آتے ہی اس بیچاری پر ٹھڈوں گھونسوں اور تھپڑوں کی ایسی بارش کی کہ وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑی۔ کوئی دو گھنٹے بعد اُسے بیوی کے مرجانے کی خبر مل گئی۔ یہ خبر سُن کر اس نے کہا تو صرف یہ کہ اسے جلد دفن کر دو اور اِس وقت بالکل خاموش رہو۔

کونٹس کانگس مارک بیہوش شہزادی کو اُٹھوا کر اپنے کمرے

میں لے گئی تھی۔ شہزادی کی موت کی خبر بھی اسی نے مشہور کی تھی۔ زار کے حکم سے شہزادی کی موت کی وجہ فوری نمونیا بنائی گئی۔ اور کونٹس کانگسمارک نے ایک تابوت شاہی قبرستان میں دفنا دیا۔ لیکن اصل حقیقت سے کونٹس اور اس کے دو تین معتمد ملازموں کے سوا کوئی واقف نہ تھا۔ شہزادی تھوڑی دیر کی دوا دارو سے ہوش میں آگئی اور چند روز کے بعد بالکل تندرست ہو گئی۔

تندرست ہونے پر شہزادی نے فیصلہ کر لیا کہ اب اس درندے کے ساتھ ہرگز نہ رہوں گی۔ چنانچہ کونٹس کی مدد سے وہ ایک جہاز میں سوار ہو کر امریکہ کے ایک چھوٹے سے جزیرہ میں جا پہنچی۔ وہاں رہتے ہوئے دو سال ہو گئے۔ تو اس کا تعارف ایک فوجی افسر سے ہوا۔ فوجی نے اسے دیکھتے ہی حیرت سے کہا۔ "میں پہلے بھی آپ کو دیکھ چکا ہوں شاید پیٹرزبرگ میں" مگر تعارف کرانے والے کے انکار پر معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

اس کے بعد شہزادی اور فوجی افسر آپس میں ملتے رہے اور رفتہ رفتہ دونوں میں گہری محبت ہو گئی۔ ایک دن دونو ہوٹل میں بیٹھے تھے۔ کہ اخبار میں ایلیکس کی موت کی خبر پڑھ کر شہزادی کا چہرہ زرد ہو گیا۔ یہ دیکھ کر فوجی بولا "تو پھر میرا خیال درست تھا۔ کہ تم شہزادی چارلٹس ہو"

"تمہارا خیال درست تھا لیکن وعدہ کرو کہ یہ راز افشا نہ کرو گے"

"میں وعدہ کرتا ہوں ۔ لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیئے ۔ کہ اس کی موت کے بعد تخت وتاج کی وارث تم ہو"۔

"میں تخت وتاج نہیں چاہتی ۔ مجھے جس چیز کی ضرورت ہے وہ اس جزیرہ میں بلکہ یہیں اس ہوٹل میں میرے سامنے موجود ہے"

فوجی افسر نے وفورِ شوق سے بےخود ہو کر شہزادی کو اپنے آغوش میں لے لیا ۔ چند روز بعد دونوں کی شادی ہو گئی اور بڑی مسرت و اطمینان کی زندگی بسر ہونے لگی ۔ کچھ عرصہ بعد شہزادی کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی ۔ اس وقت اُن دونوں کی مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا اس طرح آرام اور چین سے زندگی بسر ہو رہی تھی کہ شہزادی کا خاوند بیمار ہو گیا اور اپریشن کرانے کے لئے انہیں پیرس آنا پڑا ۔ اپریشن کامیاب ہو گیا ۔ لیکن ایک دن پیرس میں کسی نے شہزادی کو پہچان لیا ۔ شاہِ فرانس کو اطلاع ہوئی ۔ تو اس نے اپنے آدمی شہزادی کے پاس بھیجے ۔ لیکن اس وقت تک میاں بیوی جہاز میں سوار ہو کر ساحلِ فرانس سے بہت دُور جا چکے تھے ۔ بعد میں شاہِ فرانس کے کئی خطوط موصول ہوئے کہ آ کر اپنا تخت وتاج سنبھال لو ۔ میں ہر قسم کی مدد کے لئے تیار ہوں ۔ لیکن اس پریم پجارن کو تخت وتاج کی خواہش نہ تھی ۔ وہ محبت کی دیوی بن کر اپنے پیارے خاوند کے دل کے سنگھاسن پر براجمان رہنا چاہتی تھی ۔ اس لئے اُس نے ہر خط کے جواب میں انکار کیا ۔

جوانی صحت اور طاقت کا خزانہ

جوانی، صحت اور طاقت کا خزانہ حاصل کرنے کے لئے **بہترین غذا** کا استعمال کریں۔ جو اپنی خوبیوں کی وجہ سے ہندوستان بھر میں مشہور ہو چکی ہے۔ **بہترین غذا** کے استعمال سے جسم میں نیا خون، نئی طاقت اور نئی جوانی پیدا ہوتی ہے۔ یہ پانی کی مانند پتلی منی (ویرج) کو شہد کی طرح گاڑھا کر کے جما دیتی ہے۔ جریان، احتلام اور سرعت انزال کو ہمیشہ کے لئے آرام آ جاتا ہے۔ اس کے استعمال سے ویرج بڑھتا ہے اور گاڑھا ہوتا ہے امساک میں اضافہ ہوتا ہے۔ بہترین غذا۔ بیش قیمت اجزا کا مرکب ہے۔ اگر تین ہفتہ پرہیز کے ساتھ اسکا استعمال کر لیا جائے تو عمر بھر کسی مقوی دوا کی ضرورت نہیں رہتی۔ انسان بڑھاپے میں جوانی کے مزے حاصل کر سکتا ہے۔ کمزور انسانوں کے لئے یہ خاص نعمت ہے۔ تندرست انسان اسکے استعمال سے اپنی طاقت بڑھا سکتے ہیں۔

بہترین غذا میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ڈالی جاتی تیاری کے وقت ہاتھ نہیں لگائے جاتے یہ غذا در اصل جادو اثر دوائی ہے جو کبھی فیل نہیں ہوتی۔ پرچہ ترکیب استعمال ہمراہ بھیجا جاتا ہے۔

تین ہفتہ خوراک کی قیمت صرف تین روپے

ماڈرن کیمیکل ورکس۔ پرانی میوہ منڈی لاہور

بہترین طلاء

جس کی ہر مرد کو ضرورت ہے

جلق (مشت زنی) بچپن کی غلط کاریوں اور جماع کی زیادتی کی وجہ سے جو نوجوان کمزوری، سستی اور نامردی میں مبتلا ہوں۔ اُن کے لئے "بہترین طلا" ایک بیش بہا نعمت ہے۔ رات کو سوتے وقت عضوِ تناسل پر اس طلا کی مالش کی جاتی ہے۔ صرف دو تین دن کے استعمال ہی سے عضو میں نئی زندگی اور نئی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایک ماہ کے استعمال سے تو گئے گزرے انسان کی بھی کایا پلٹ جاتی ہے۔

یہ وہ طلاء ہے جسے بہت سے وید حکیم اور ڈاکٹر ہمارے ہاں سے حاصل کرکے نام بدل کر بیچتے ہیں۔ نامردی، سستی، ٹیڑھا پن دُور کرنے کے لئے اس سے بہتر طلاء آج تک ایجاد نہیں ہوا۔ اس کے استعمال سے جملہ نقائص دُور ہو کر قوت سختی تیزی اور موٹائی پیدا ہو جاتی ہے یہ طلا ہر موسم میں استعمال ہو سکتا ہے آبلہ وغیرہ کا کوئی خدشہ نہیں۔ قیمت فی شیشی صرف دو روپے جو اس کی خوبیوں کے مقابلے میں برائے نام ہے۔

ماڈرن کیمیکل ورکس پرانی میوہ منڈی لاہور

امساک

عورت کی خوشی نہ بزاز کی دکان میں بکتی ہے اور نہ صراف کی دکان سے خریدی جاسکتی ہے۔ عورت کی خوشی مرد کی طاقت (امساک) میں پوشیدہ ہے ؎

"امساک" سے کمزور سے کمزور مرد بھی زبردست سے زبردست عورت کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیتا ہے۔ اس کے استعمال سے نہ صرف وقت پر شرمندگی نہیں اٹھانی پڑتی۔ بلکہ امساک اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ جوانی کی اصلی لذت حاصل ہوتی ہے۔ زیادہ تعریف خلاف تہذیب وقانون ہے ؎

ہماری تیار کردہ امساک کی گولیوں میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان میں کوئی نقصان دہ چیز نہیں ڈالی جاتی۔ ضرورت سے ایک گھنٹہ پہلے ایک گولی استعمال کی جاتی ہے۔ آپ تجربہ کے طور پر صرف ایک بار استعمال کریں اور پھر اس کا کرشمہ دیکھیں۔ کارخانہ کو اس کی تیاری پر فخر اور ناز ہے۔ روزانہ ڈاک میں بے شمار تعریفی خطوط موصول ہوتے ہیں۔ قیمت فی شیشی ۱۲ گولی ایک روپیہ۔ ۳۰ گولی دو روپیہ

ماڈرن کیمیکل ورکس پرانی میوہ منڈی لاہور

پوشیدہ تعلقات پر اُردو ہندی میں بہترین کتاب

پریم شاستر

تھوڑے سے عرصہ میں پانچ اڈیشن شائع ہو چکے ہیں

اِس مشہور با تصویر کتاب میں نوجوانوں کے لئے وہ ہدایتیں درج ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے وہ صحیح معنوں میں شوہر بن سکتے ہیں۔ طب اور سائنس کی رو سے جماع کے طریقے، قاعدے، اصول، عورتوں کو خوش کرنے کے ایسے ایسے خفیہ راز درج ہیں۔ جو اکثر تجربہ کار خاوندوں کو بھی معلوم نہیں اور جنہیں جاننے کے بعد آپ کو جوانی کی اصلی مسرتیں اور لذتیں حاصل ہوں گی۔ اِسکے علاوہ قوت مردمی بڑھانے کی تدبیریں جریان احتلام اور سرعت انزال سے ہمیشہ کے لئے نجات پانے کی ترکیبیں اور دوائیں درج ہیں۔ اِس کتاب کی خوبیوں کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ تھوڑے سے عرصہ میں پانچ اڈیشن چھپ چکے ہیں آج تک کسی کتاب کی اتنی زیادہ مانگ نہیں ہوئی۔ پوشیدہ تعلقات پر اِس سے بہتر کتاب یقیناً دنیا کی کسی زبان میں شائع نہیں ہوئی ٭

با تصویر، مجلد، قیمت اردو اڈیشن ایک روپیہ - ہندی سوا روپیہ

پریم شاستر بک ڈپو بالمقابل اڈہ شاہ عالمی دروازہ لاہور

پریم شاستر کے مضامین کی مختصر فہرست

پریم شاستر میں اس قسم کے ۱۰۷ مضامین درج ہیں۔ یہاں
صرف چند عنوان درج کئے گئے ہیں

۱۔ پوشیدہ لفافہ خفیہ ورکار آمد ہدایتیں
۲۔ بیاہ کے بعد پہلی رات
۳۔ جماع سے پہلے کیا احتیاطیں کرنی چاہئیں
۴۔ جماع کے بعد کیا احتیاطیں کرنی چاہئیں
۵۔ عورت کو آمادہ کرنے کے طریقے
۶۔ عورت کے آمادہ ہونے کی علامتیں
۷۔ عورت خود بخود آمادہ کب ہوتی ہے؟
۸۔ عورت کے منزل ہونے کی شناخت
۹۔ ایک ساتھ منزل ہونے کے طریقے
۱۰۔ ایک چارپائی پر سونے کے نقصانات
۱۱۔ شہوت عورت میں زیادہ ہے یا مرد میں
۱۲۔ عورتیں آوارہ کیوں ہوتی ہیں؟
۱۳۔ بغیر دوا کے احتلام کا قدرتی علاج
۱۴۔ امساک بڑھانے کی دوائیں اور غذائیں
۱۵۔ امساک بلا دوا
۱۶۔ لیڈی ڈاکٹر میری سٹوپس کے خیالات
۱۷۔ ایام حیض میں کون کونسی احتیاطیں کرنی چاہئیں؟
۱۸۔ حمل ٹھہرانے کے طریقے
۱۹۔ عورت کو خوش کرنے کے طریقے
۲۰۔ دن کے وقت جماع کرنے والوں کی اولاد
۲۱۔ خوبصورت اور تندرست اولاد پیدا کرنے کے طریقے
۲۲۔ انگریزی اور سنسکرت کتابوں کا نچوڑ

پریم شاستر بک ڈپو بالمقابل اڈہ شاہ عالمی دروازہ لاہور

عورت میں شہوت کی لہر ایک عورت کی اپنی زبانی۔ عورت میں شہوت کی لہر کب اور کیوں تیز ہوتی ہے؟ خاوند کو بیوی کے پاس کب جانا چاہیئے۔ مباشرت سے پہلے خاوند کو کیا کرنا چاہیئے؟ لیڈی ڈاکٹر میری سٹوپس اور یورپ کے بہترین ڈاکٹروں کے خیالات ؂

جماع کے بعد نیند۔ عورت کا انزال کیوں ضروری ہے؟ اس کے متعلق طب اور سائنس کے اصول۔ لیڈی ڈاکٹر میری سٹوپس۔ ڈاکٹر ہیولاک اور برٹش میڈیکل جرنل کی رائے ؂

امساک۔ عورت کی خوشی مرد کی اس طاقت میں پوشیدہ ہے۔ عورتوں کی آوارگی کے اسباب۔ بیوی کو اپنے خاوند سے کیوں نفرت ہو جاتی ہے؟ عورت کس طرح خوش رہ سکتی ہے؟ امساک کی دوائیں۔ غذائیں۔ امساک کی بازاری دوائیں کیوں مضر ہوتی ہیں؟

آسن۔ مباشرت کے مختلف طریقے۔ طب اور سائنس کی رو سے اُن آسنوں کے نقصان اور فوائد۔ یورپین عالموں کے خیالات۔ فارسی اور سنسکرت کتب کا نچوڑ ؂

جریان۔ جریان کیا ہے؟ کیوں ہوتا ہے؟ جریان کی مکمل تشریح اور اسکی علامتیں انسانی جسم پر جریان کا اثر۔ بیماری کے دنوں میں کون کون سی احتیاطیں کرنی چاہیئیں۔ غذائیں اور پرہیز۔ جریان کا مکمل علاج۔ جریان اور احتلام میں فرق۔ جریان اور سرعت انزال میں فرق ؂

حیض۔ حیض کیا ہے؟ کیوں اور کہاں سے آتا ہے؟ کب آتا ہے؟ عورت کے جسم پر حیض کا اثر۔ حیض کے فائدے اور نقصان۔ ایام حیض میں کون کون سی احتیاطیں کرنی چاہیئیں؟ غذائیں اور پرہیز۔ امراض اور انکا علاج

متفرق مضامین۔ جماع کس وقت کرنا چاہیئے؟ حمل کیوں نہیں ٹھہرتا۔ عضو مخصوص کے بالوں کی صفائی کیوں ضروری ہے؟ قوت مردمی کی کمی و بیشی۔ ڈاکٹر ولیم کے خیالات۔ قوت مردمی بڑھانے کے طریقے ؂

برتھ کنٹرول

المعروف

گربھ شاستر

از جناب پروفیسر بھگوت دیال صاحب ایم اے

حمل روکنے اور ٹھہرانے کے وہ تمام طریقے اور قاعدے جو آجتک سائنس نے دریافت کئے ہیں - اِس کتاب میں مفصل با تصویر درج ہیں - اس کے علاوہ دوران حمل کی احتیاطیں - دوائیں اور غذائیں - زچہ اور بچہ کے متعلق کارآمد اور مفید معلومات درج ہیں ؛

یہ کتاب یورپ کی بہترین کتابوں کا نچوڑ ہے - ایک سال کے مختصر عرصہ میں چار اڈیشن چھپ چکے ہیں - ہندوستان میں اپنے مضمون پر یہ پہلی کتاب ہے - شادی شدہ نوجوانوں کو اِس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے ؛

قیمت اُردو اڈیشن ایک روپیہ ہندی سوا روپیہ

پریم شاستر بک ڈپو بالمقابل اڈہ شاہ عالمی دروازہ لاہور

گربھ شاستر کے مضامین کی مختصر فہرست

پوشیدہ لفافہ حمل روکنے کے آسن۔

برتھ کنٹرول۔ برتھ کنٹرول کیا ہے؟ کیوں ضروری ہے؟ برتھ کنٹرول کی مکمل تشریح۔ حمل روکنے کے بے شمار مصنوعی اور غیر مصنوعی، مفید اور غیر مفید طریقے۔ مانع حمل آلات، دوائیں اور غذائیں۔ حمل روکنے کے سو فیصدی کامیاب طریقے حمل۔ آپ جب چاہیں اولاد پیدا کرلیں اور جب چاہیں روک دیں۔ حمل ٹھہرانے کے طریقے اور اصول۔ حمل کیوں اور کس طرح ٹھہرتا ہے؟ ایسے طریقے جن پر عمل کرنے سے انسان جب چاہے حمل ٹھہرا لے اور جب چاہے روک لے۔ حیض سے پہلے اور حیض کے بعد عموماً کیوں اور کس طرح حمل ٹھہرتا ہے؟ جماع سے پہلے اور بعد کون کون سی احتیاطیں کرنی چاہئیں؟

بانجھ پن۔ کیا یہ نقص صرف عورتوں میں ہی ہوتا ہے؟ کون مرد حمل ٹھہرا سکتا ہے اور کون نہیں؟ یہ کس طرح معلوم کیا جائے۔ کہ نقص عورت میں ہے یا مرد میں؟

والدین کی بے اعتدالیاں۔ عورت کی شہوت تیز ہونے کی علامتیں۔ اُس وقت عورت کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ شراب چرس۔ بھنگ افیم۔ گانجہ اور کثرت تمباکو نوشی کا انسانی ویرج (منی) پر کیا اثر پڑتا ہے۔ نشہ استعمال کرنے والے والدین کے ہاں کیسی اولاد پیدا ہوتی ہے؟ دن کے وقت جماع کیوں منع ہے؟ مضبوط۔ تندرست اور خوبصورت اولاد

پیدا کرنے کے اصول اور طریقے ؎

حاملہ کے لئے ہدایتیں - حاملہ کو کیا کھانا چاہیئے اور کیا نہیں کھانا چاہیئے ؛ حاملہ کی خوراک کا حاملہ پر اور بچہ پر کیا اثر پڑتا ہے ؛ حاملہ کے لئے فاقہ - روزہ یا برت کیوں نقصان دہ ہے ؛ پیٹ میں بچہ پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے ؛ حمل کی حالت میں جماع کیوں منع ہے ؛ جماع سے حاملہ کو کیوں اور کیا نقصان پہنچتا ہے ؟ فکر - ڈر - خوف - غم اور غصّہ کا حاملہ پر اور پیٹ میں بچّہ پر کیا اثر پڑتا ہے ؛ یورپ کے مشہور زمانہ ڈاکٹر ولسن کی قیمتی ہدائتیں ؎

پستان - حاملہ کے لئے پستانوں کی حفاظت کیوں ضروری ہے ؟ اور حفاظت کے کون کون سے طریقے ہیں ؟ دودھ پلانا ماں اور بچہ دونو کے لئے کیونکر مفید ہے ؟ بچہ کو دودھ کس وقت اور کس طرح پلانا چاہیئے بیٹھ کر - لیٹ کر - کھڑے ہو کر - دودھ پلانے کے فائدے اور نقصان ڈر - غصّہ - خوف - رنج و غم - آگ کے پاس سے فوراً اُٹھ کر اور جماع کے فوراً بعد دودھ کیوں نہیں پلانا چاہیئے ؟ کیا ایام حیض اور دوران حمل میں بچے کو دودھ پلانا چاہیئے ؟

تربیت اولاد اور بچّوں کی جسمانی، اخلاقی اور ذہنی پرورش کے اصول اور طریقے وغیرہ وغیرہ

پریم شاستر بک ڈپو - بالمقابل اڈہ شاہ عالمی دروازہ لاہور

رنگین اور دلکش افسانے

جوانی کی راتیں

ہندوستان کے بہترین افسانہ نگاروں کے بہترین افسانے

خوب صورت اور جوان فلم ایکٹرسیں جوانی کی راتیں کیسے گزارتی ہیں؟ سچے واقعات اور سچی کہانیاں۔ فرضی قصہ کہانیوں سے زیادہ دلچسپ اور حیرت انگیز ہوتی ہیں۔ اس کتاب میں خوبصورت، جوان اور مشہور فلم ایکٹرسوں کے بالکل سچے۔ حسن وعشق کے رنگین کارنامے اور دلکش افسانے درج ہیں۔ اردو میں بالکل نئی چیز ہے۔

اس کے علاوہ ہندوستان کے بہترین افسانہ نگاروں کے شاہکار افسانے درج ہیں۔ اس وقت تک اردو میں کہانیوں کے جس قدر مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ یہ مجموعہ ان سب سے عمدہ اور سب سے الگ ہے یہ وہ کتاب ہے جس نے شائع ہوتے ہی اردو دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے تھوڑے سے عرصہ میں تین اڈیشن چھپ چکے ہیں۔

بہترین چھپائی و کاغذ۔ حجم ۲۵۰ صفحہ مجلد۔ قیمت صرف ۱۲ر

پریم شاستر بک ڈپو۔ بالمقابل اڈہ شاہ عالمی دروازہ لاہور

”جوانی کی راتیں“ نامی کتاب کی فہرست مضامین

پریم شاستر بک ڈپو - بالمقابل اڈہ شاہ عالمی دروازہ لاہور

اِس کتاب میں مس سلوچنا - رتن بائی - مادھوری - اوما - گوہر - سبتھیا دلوی - دیوکا رانی - مسنر کھوٹے - شانتا آپٹے - کجن - جدن بائی - مختار بیگم - سلطانہ - سردار اختر - ببو - شانتا کماری - کوپر - شیاما زتشی - انوری آف لکھنؤ اور دیگر تیس مشہور خوبصورت اور جوان فلم ایکٹرسوں کے حالاتِ زندگی اور راز ہائے سربستہ کا انکشاف کیا گیا ہے ٭

یہ کتاب سچے واقعات اور سچے حالات پر مبنی ہے اس میں فلمی پریوں اور فلمی مسوں کی پُراسرار زندگی کو اِس دلیری سے بے نقاب کیا گیا ہے - کہ آپ پڑھ کر حیران رہ جائیں گے - اور ساتھ ہی اِن محبوب ایکٹریسوں کی تصاویر بھی آرٹ پیپر پر یک رنگی اور سہ رنگی چھاپ کر کتاب میں شامل کی گئی ہیں - پبلشر نے اِس کتاب کی تیاری میں دل کھول کر روپیہ صرف کیا ہے - جس نے بھی اِس کتاب کو پڑھا بہت پسند کیا - اردو ادب میں ایسی معرکہ کی کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی - کتاب ہاتھوں ہاتھ بک رہی ہے - تھوڑے سے عرصہ میں تین اڈیشن چھپ چکے ہیں ٭

کاغذ اعلیٰ - کتابت عمدہ - چھپائی دیدہ زیب - مجلد بڑا سائز اِن تمام خوبیوں کے باوجود قیمت فی جلد صرف ایک روپیہ

پریم شاستر بک ڈپو - بالمقابل اڈہ شاہ عالمی دروازہ لاہور

لالہ رام رکھامل پرنٹر و پبلشر نے امرت الیکٹرک پریس لاہور میں چھپوا کر پریم شاستر بک ڈپو لاہور سے شائع کیا۔

دو باتیں

1- اِس کتاب میں جتنے مضامین اور افسانے درج ہیں وہ یورپ کی مختلف زبانوں سے براہِ راست نہایت محنت سے اخذ کئے گئے ہیں جو ہندوستان کے چوٹی کے ادیبوں کی عرق ریزی کا نتیجہ ہیں واقعات صحیح اور مستند ہیں کہیں کہیں افسانے کا رنگ چڑھایا گیا ہے

کتاب ہذا کی تیاری میں پبلشر کو کافی مالی قربانی کرنا پڑی ہے

پروپرائٹر "پریم شاستر بک ڈپو" لاہور

مشاہیرِ عالم نے محبت کے جال میں پھنس کر کیا کچھ کیا؟

بڑے آدمیوں کا عشق

حسن و عشق کے سچے اور صحیح واقعات

مؤلفہ

جناب خوشتر گرامی ایڈیٹر "بیسویں صدی" لاہور مصنف سلسلہ

"لڑکیوں کی کتاب" "جوانی کی راتیں" "آفتابِ ادب" "بہار کے پھول" "علمی پھول" وغیرہ

پبلشرز

پریم شاستر بک ڈپو بالمقابل اڈہ شاہ عالمی دروازہ لاہور

پہلا ایڈیشن اگست ۱۹۳۶ء　　دوسرا ایڈیشن فروری ۱۹۳۷ء

تیسرا ایڈیشن اگست ۱۹۳۷ء　　قیمت بارہ آنہ